دارالعلوم کراچی کا ترجمان
ماہنامہ
البلاغ
ماہ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ / جنوری سنہ ۱۹۹۰ء
بانی
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغ للناس

ماہنامہ البلاغ

جلد ۲۴

جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ / جنوری ۱۹۹۰ء

شمارہ ۶

نگراں :

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر :

محمد تقی عثمانی

ناظم :

شجاعت علی ہاشمی

قیمت فی پرچہ چھ روپے

سالانہ ستّر روپے

سالانہ بدل اشتراک :

بیرونِ ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

ریاستہائے متحدہ امریکہ / ۲۸۰ روپے برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ / ۲۳۰ روپے (بنگلہ دیش / ۸۰ روپے) سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت / ۲۰۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ البلاغ "دار العلوم کراچی ۱۸۰"

فون نمبر : ۳۱۱۲۱۷

پبلشر : محمد تقی عثمانی دار العلوم کراچی

پرنٹر : مشہور آفسٹ پریس، کراچی

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا عزیز الرحمٰن سواتی
استاذ دار العلوم کراچی

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

سُرخ ممالک میں کلیسا پھر سے سرگرمِ عمل ہوتا جا رہا ہے، سوویت یونین کے صدر گورباچوف، پوپ سے ملنے ویٹیکن، روم گئے اور نیاز مندانہ ملاقات کا "شرف" حاصل کیا، ہنگری، چلی، مشرقی جرمنی اور چیکو سلواکیہ وغیرہ معاہدہ وارسا کے ممالک، جہاں ایک عرصہ تک مذہب شجرِ ممنوعہ رہا، اب یہ ممالک مذہبی روایات کی طرف تیزی سے لوٹ رہے ہیں، سوشلزم سے وابستہ اُمیدیں خاک ہوگئی ہیں اور کمیونزم کا کچلا انسان کسی نئے سہارے کی تلاش میں اب بھی سرگرداں ہے۔

بھارت جہاں بیالیس سال تک سیکولرازم کو دستوری اور غیر دستوری، ہر سطح پر سینے سے لگانے کی کوشش ہوتی رہی ہے، نصف صدی کی یہ کوشش پانی کی لکیر ثابت ہو رہی ہے، اب وہاں رام راج قائم کرنا بعض پارٹیوں کے منشور میں داخل ہوگیا ہے اور اس نعرے نے ہندو شہری کو تیزی سے اپنی طرف متوجہ کر دیا ہے، رام کا پجاری جو ایک

عرصہ تک اپنی رواداری کا ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتا رہا۔ اب ہند کی دھرتی پر مسلمانوں کی مسجد بھی برداشت نہیں کرتا اور اس جگہ مندر بنانے پر تلا ہوا ہے۔

مسجد جو ایک زمانے تک مسلمانوں کی عدالت بھی تھی اور لوگ دادرسی کیلئے اس مرکزِ صدق کی طرف رجوع کرتے تھے، علم و دانائی کی درسگاہ بھی اور سرکشوں کے خلاف مجاہدین اسلام کی

ترسیل کی چھاؤنی بھی، قصرِ خلافت پر بھی اِسی مسجد کا سایہ ہوتا تھا، یہ مسجد اپنی اس ہمہ گیر حیثیت سے سمٹ کر صرف ذکر و عبادت کا کونہ بنکر رہ گئی ہے، لیکن بھارت میں آئے دن کے فسادات نے اب اس کونہ کا بھی سکون چھین لیا ہے۔ ہندو اکثریت کے نرغے میں ڈرا سہما مسلمان جب مسجد کیلئے باہر نکلتا ہے تو تھوڑی دیر کے بعد اس کے گھر والے اس کی لاش کا ماتم کر رہے ہوتے ہیں، بھاگلپور، بہار کے فسادات نے مسلمانانِ ہند کے شب و روز کو تاریک تر بنا ڈالا ہے، تیرہ کروڑ کے لگ بھگ مسلمان، جن سنگھ کی خون آشام ذہنیت کی وجہ سے اپنی اِس غیر معمولی تعداد کے باوجود، ڈیموکریسی کے پردہ میں فرقہ پرستانہ دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں، اِسلام کا نام لیوا وسیع بھارت میں اپنی بقاء کیلئے فکرمند ہے۔

مشرقِ وسطیٰ جو اپنی مختلف حیثیتوں سے عالمِ اسلام کا معروف خطہ ہے، اور جہاں مسلمانوں کی متعدد حکومتیں بھی قائم ہیں لیکن اس خطے میں فلسطین کے مسلمان یا تو دربدر ہیں اور یا یہودی پنجہ کی گرفت میں، اس یہودی پنجہ کی پشت پناہی کیلئے امریکا اپنی تمامتر طاقت کے ساتھ کمربستہ ہے۔

یاسر عرفات صاحب جو تحریکِ آزادی کے ممتاز قائد ہیں اور اب فلسطینی جلاوطن حکومت کے سربراہ بھی، ایک عرصہ تک آزادیٔ فلسطین کیلئے نبرد آزما ہونے کے باوجود فلسطینی مسلمانوں کیلئے کچھ حاصل نہیں کر سکے ہیں، ان کی تگ و دو اَب تک عرب نیشنلزم یا محدود فلسطینی قومیت کے نام پر رہی ہے، سوشلزم بھی اُن کا مرغوب ہدف رہا ہے، کاش وہ ایک مردِ مؤمن کی طرح جہادِ اسلامی کا علم بلند کرتے جیساکہ مجاہدینِ افغانستان نے کر دکھایا تو نتیجہ کب کا سامنے آچکا ہوتا، نصف صدی تک عرب قومیت سے وابستگی حوصلہ افزا ثابت نہیں ہوسکی اور نہ سوشلزم کسی کام آسکا ہے، اور اب تو سوشلزم کا وجود خود اپنی جائے پیدائش میں اجنبی بنتا جا رہا ہے۔

ہاں! جب سے ارضِ فلسطین کے جذبۂ ایمان اور شوقِ شہادت سے سرشار نوخیز

مسلم بچے غلیلیں لیکر آتشیں ہتھیاروں کے مقابلہ پر آگئے ہیں اُس وقت سے "حماس" و "انتفاضہ" کے جہاد مقدس نے آزادئ فلسطین کی جدوجہد میں مؤثر اور قابلِ قدر روح شامل کردی ہے، یہی وہ رُوح ہے جس نے افغانستان میں سپر طاقت کو ہزیمت سے دوچار کردیا، بلکہ اِس جہاد مقدس نے اُس پورے سُرخ سامراجی بلاک میں ایسی دراڑیں ڈال دیں کہ اب دیوار برلن بھی بالوریت کی طرح بہہ رہی ہے اور کمیونزم کے نظریات تحلیل ہونے لگے ہیں۔

یورپ وامریکا معاشی خوش حالی میں سب سے آگے ہیں، پچھلی دو صدیوں سے دُنیا کے بڑے حصہ پر مغرب کی سیاست وحکومت اور فلسفہ کا راج ہے، لیکن یہ مغرب اب رفتہ رفتہ اپنے کرتوتوں کے اثرات کا سامنا کر رہا ہے، وہاں کا مادہ پرست اِنسان اب بھی سکون سے محروم ہے وہ اِس کی تحصیل کیلئے ہر جدّت کی طرف لپکتا ہے، شیطنت کے نام پر بھی تحریک منظم کرنے میں وہ کوئی حجاب محسوس نہیں کرتا اور سنگدلی، آوارگی، آبرو باختگی میں تسکین قلب کے سامان ڈھونڈتا ہے ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افلاک کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

البتہ جس کو حق وصداقت کی دعوت پہنچ جاتی ہے تو بے سکونی کا مارا انسان اس کا بھی بھرپور استقبال کرتا ہے آج یورپ بشمول امریکا میں بحمداللہ مساجد ومراکز کی معقول تعداد وجود میں آگئی ہے جبکہ اس سے پہلے اس کا تصور نہیں تھا، اور مغرب کے نومُسلم دین حق کا چراغ لیکر گلی گلی روشنی پھیلانے کیلئے بے چین ہیں، یہ جذبہ دعوت وتبلیغ کے ان مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے جن کیلئے اُمت کا درد رکھنے والے شہر شہر، کوچہ کوچہ سر پر خاکِ سفر لئے آبلہ پا ہیں۔

---

۲۰ ویں صدی کے اختتام پر چار سو پیدا ہونے والے یہ حالات دعوت اسلام کیلئے بسا ساز گار بھی ہیں، نظریات کی شکست وریخت نے دین سماوی سے بے خبر انسان کو حواس باختہ کر دیا ہے اور اگر اس کو صراطِ مستقیم پر نہ ڈالا گیا تو اندیشہ ہے کہ وہ کمیونزم کی طرح انتہاپسندی کے کسی دوسرے فتنے میں نہ پڑ جائے وہ اگر طلب حق کیلئے کلیسا کی طرف چلا گیا تو وہاں بھی اس کو روشنی نہیں مل سکے گی کہ کلیسا صرف رسمی مظاہر سے آراستہ ہے وہ آسمانی تعلیمات

اور انسانی ہدایت کا مستند، معقول اور ہمہ گیر سامان نہیں رکھتا۔
موجودہ عالمی تناظر میں اسلام ہی وہ واحد ضابطۂ زندگی ہے جو روح و قالب اور فرد وریاست ہر ایک کیلئے امن وچین اور عدل وانصاف کی حقیقی ہدایات رکھتا ہے لیکن کون ہے جو یہ نسخۂ شفا دُنیا والوں کے سامنے پیش کرے۔
روئے زمین پر چار درجن کے قریب مسلم ممالک استقلال اور حکمرانی کی نعمت سے مالامال ہیں، لیکن شومیٔ قسمت سے اِن ممالک کا برسراقتدار طبقہ مغرب کا پروردہ اور مغربی تہذیب کا دلدادہ بنا ہوا ہے، یہ طبقہ اول تو دین سے کوئی سروکار نہیں رکھتا اور اگر کسی تعلق کا اظہار کرتا بھی ہے تو یہ تعلق عملی اور فکری نہیں بلکہ خالص رسمی اور سرسری تعلق ہے۔
پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا تھا اور اپنی اِس حیثیت کے علاوہ بھی اس کی دیگر خصوصیات ایسی ہیں جن کی رُو سے یہ ملک اپنے اندر عالمِ اسلام کی رہبری کے جوہر رکھتا ہے لیکن فی الوقت یہ ملک اِس قابلِ فخر منصب سے بہت نیچے گر گیا ہے، مسلمانوں کی تہذیبی اقدار اور شریعت اسلامیہ کے علی الرغم نسوانی قیادت بڑا سانحہ ہے جس کے نامسعود اثرات سے ملک کی معیشت، معاشرت، امن واستحکام اور اِس وطن اسلامی کا تشخص سب کچھ متاثر ہے، ہر طرف بدامنی، مہنگائی، بداعتمادی، کسادبازاری، بے حیائی، رشوت خوری، خودغرضی، بے ضابطگی اور انتشار و پراگندگی کے جراثیم ملک وقوم کا خون چوس رہے ہیں۔

عالمِ اسلام کے دیگر ممالک بھی حکمرانی کی سطح پر اپنے نظریۂ حیات کے بابت بے حس نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ سعودی عرب بھی، جس پر عالم اسلام کی قیادت اہلِ اسلام کی خیرخواہی اور اسلام کی سربلندی کی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ بھی مغرب کی مادہ پرستانہ معاشرت کے بہاؤ میں ہے اور سامانِ تعیش کی فراوانی سے مخمور ــــ نسلی اور لسانی تعصبات کا وہ فتنہ جس کو دشمنانِ اسلام نے اہلِ اسلام کو تار تار کرنے کیلئے موثر حربے کے طور پر اُبھارا تھا اور اسی ہتھیار سے امت مسلمہ کا متحدہ وجود لاتعداد ٹکڑوں میں بٹ گیا ہے، نیشنلزم کے اِس فتنے سے یہ ملک بھی متاثر ہے، اس کی ہمدردیاں بسااوقات اسلامی اخوت کے بجائے عرب قومیت سے زیادہ وابستہ نظر آتی ہیں، حجاز کا بادیہ نشین جو دعوتِ حق کی خاطر صحراؤں اور کوہساروں کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، آج اپنی مکیفات کی خواب گاہوں میں لُو کا ایک جھونکا بھی برداشت نہیں کرتا، کاش اِس ملک کا معاشی اور سیاسی استحکام اسلام کی مؤثر دعوت وخدمت کیلئے استعمال ہوتا اور اشتراکیت و سرمایہ داری کا ستایا ہوا انسان اسلام کے محاسن سے روشناس ہوجاتا کہ یہ انسان اپنے سکون کیلئے کسی ٹھنڈی چھاؤں کی تلاش میں ہے۔
یہ بات بہت تشویشناک ہے کہ عالمِ اسلام کے طول وعرض میں خود مُسلمانوں کی نسل بھی

ماحول کے رنگ میں رنگ چکی ہے، دینی تربیت کا فقدان ہے اور اپنے دین و عقیدے سے لگاؤ کی کوئی انگیخت نظر نہیں آتی۔

علماء بھی بے اثر ہوتے جا رہے ہیں، اوّل تو علم و دانائی کا کوئی معیار نہیں رہا، کوئی بھی فرد جبہ و دستار پہن کر دینی رہبری کا دعویدار بن بیٹھتا ہے اور ان میں سے علم و دانائی والے اپنے محدود میدان عمل پر قانع ہیں، جفاکشی، سادگی، قناعت، استغناء اور تحقیق و نظر کے اوصافِ کمال اب خال خال ہی نظر آتے ہیں، آرام طلبی اور جاہ پرستی کا دور دورہ ہے، اس جماعت میں آنکھیں ان خدامست بندگانِ صفا کو دیکھنے کیلئے ترستی ہیں جو دین حق کے وسیع تر مصالح اور مسلمانوں کے احوال کی اصلاح کیلئے مضطرب ہوں اور جن کے طرزِ عمل اور سوچ و فکر سے ذاتی اغراض کی بُو نہ آتی ہو۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

علماء کی ایک معتد بہ جماعت میدانِ سیاست میں بھی ہے لیکن ان کی سیاست بھی دین و شریعت کی پابندیوں سے آزاد اور شرعی تقاضوں سے بیگانہ خالص رسمی، داؤ پیچ کی رائج الوقت سیاست ہے جو اپنے طور طریق میں فاسقانہ سیاست سے کوئی امتیاز نہیں رکھتی، دورِ حاضر میں سیاست و حکومت کے میدان میں جو نئی مشکلات و مسائل پیدا ہو گئے ہیں، کاش سیاست سے منسلک یہ علماء اِس ضمن میں اپنی شرعی مسئولیت محسوس کرتے اور بحث و تحقیق کی ایسی اکیڈمی قائم کرتے جو دورِ حاضر کے ان مسائل کا شرعی حل تلاش کرتی، جب تک سیاست و حکومت کی موجودہ غیر شرعی مشین کو شرعی بنانے کے طریقے وضع نہیں ہونگے، سیاست کے موجودہ تالاب میں صالح افراد بھی آلودگی سے دامن نہیں بچا سکیں گے، آج اگر زمامِ اقتدار کسی متشرع، متقی کے ہاتھوں میں دے دیا جائے جب بھی موجودہ مشین سے صالح پیداوار کی توقع نہیں کی جا سکے گی کہ ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو

کاش!! اس حقیقت و ضرورت کا احساس فرما لیا جائے

اقوامِ عالم کے معروضی حالات کا جائزہ حکمرانوں کیلئے، نوجوانوں کیلئے، دین کا درد رکھنے والوں کیلئے اور علمائے کرام کیلئے مجسم دعوتِ فکر و عمل ہے کہ ؎

معمارِ حرم!

باز بتعمیرِ جہاں خیز۔

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

معارف القرآن : سورۂ شوریٰ : آیت ۳۶ تا ۴۳

خلاصۂ تفسیر

(اور تم اوپر سن چکے ہو کہ طالب دنیا کی ہر دنیوی تمنا پوری نہیں ہوتی اور آخرت سے محروم رہتا ہے اور طالب آخرت کو ترقی ہوتی ہے۔ نیز سن چکے ہو کہ زیادہ متاع دنیا کا انجام اچھا نہیں، اکثر اس سے اعمال مضرہ پیدا ہوتے ہیں) سو (اس سے ثابت ہوا کہ مطلوب بنانے کے قابل دنیا نہیں، بلکہ آخرت ہے اور باقی دنیا کی چیزوں میں سے) جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے (کہ عمر کے خاتمہ کیساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جائیگا) اور جو (اجر و ثواب آخرت میں) اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے (کیفیت کے اعتبار سے بھی) بہتر ہے اور (کمیت کے لحاظ سے بھی) زیادہ پائیدار (یعنی ہمیشہ رہنے والا ہے۔ پس دنیا کی طلب چھوڑ کر آخرت کی طلب کرو، مگر آخرت کے حصول کے لئے کم سے کم شرط تو ایمان لانا اور کفر کو چھوڑنا ہے اور آخرت کے مکمل درجات کے لئے تمام واجبات و فرائض کو اختیار کرنا اور تمام گناہوں کو چھوڑنا ضروری ہے، اور تقرب کے درجات حاصل کرنے کے لئے نفلی طاعات کو اختیار کرنا اور خلاف اولیٰ مباحات کو ترک کرنا بھی محبوب ہے، چنانچہ) وہ (ثواب جس کی تفصیل اوپر گذری) ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کبیرہ

گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے (بالخصوص زیادہ) بچتے ہیں اور جب ان کو
غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند
ہیں اور اُن کا ہر (اہم) کام (جس میں اللہ کی طرف سے کوئی معین حکم نہ ہو) آپس کے مشورہ سے
ہوتا ہے۔ اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے (منصف) ہیں
کہ جب ان پر (کسی طرف سے کچھ) ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ (اگر بدلہ لیتے ہیں تو) برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔
(زیادتی نہیں کرتے، اور یہ مطلب نہیں کہ معاف نہیں کرتے) اور (برابر کا بدلہ لینے کے لئے ہم نے
یہ اجازت دے رکھی ہے کہ) برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی (بشرطیکہ وہ فعل بذات خود گناہ نہ ہو)
پھر (انتقام کی اجازت کے باوجود) جو شخص معاف کر دے اور (باہمی معاملہ کی) اصلاح کرلے
(جس سے عداوت جاتی رہے اور دوستی ہو جاوے) تو اس کا ثواب (حسب وعدہ) اللہ کے ذمہ
ہے (اور جو بدلہ لینے میں زیادتی کرنے لگے تو یہ سُن رکھے کہ) واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا
اور جو (زیادتی نہ کرے بلکہ) اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے، سو ایسے لوگوں پر
کوئی الزام نہیں، الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں (خواہ ابتداءً یا انتقام
کے وقت) اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے (پھرتے) ہیں (اور یہی تکبر ظلم کا سبب
ہو جاتا ہے اور ناحق اس لئے کہا کہ سرکشی اور تکبر ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے، آگے اُس الزام کا بیان
ہے کہ) ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص (دوسرے کے ظلم پر)
صبر کرے اور معاف کر دے، یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے (یعنی ایسا کرنا بہتر
اور اولوالعزمی کا تقاضا ہے)

معارف و مسائل

آیاتِ مذکورہ میں دنیا کی نعمتوں کا ناقص ہونا اور فانی ہونا اور اس کے مقابل آخرت
کی نعمتوں کا کامل بھی ہونا اور دائمی ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کے
لئے سب سے اہم اور بڑی شرط تو ایمان ہے کہ اس کے بغیر وہ نعمتیں وہاں کسی کو نہ ملیں گی۔ لیکن
ایمان کے ساتھ اگر اعمال صالحہ کا بھی پورا اہتمام کرلیا تو آخرت کی یہ نعمتیں بالکل ہی مل جائیں گی
ورنہ اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی سزا بھگتنے کے بعد ملیں گی۔ اس لئے آیات مذکورہ میں سب
سے پہلی شرط تو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیان فرمائی۔ اس کے بعد خاص خاص اعمال کا ذکر فرمایا گیا۔
جن کے بغیر ضابطے کے مطابق آخرت کی نعمتیں شروع سے نہ ملیں گی بلکہ اپنے گناہوں کی
سزا بھگتنے کے بعد ملیں گی۔ اور ضابطہ کے مطابق اس لئے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو سب
گناہوں کو معاف فرما کر اول ہی آخرت کی نعمتیں بڑے سے بڑے فاسق کو دے سکتے ہیں وہ

کسی قانون کے پابند نہیں۔ اب وہ اعمال و صفات دیکھئے جن کو اس جگہ اہمیت سے ذکر فرمایا گیا ہے۔

پہلی صفت عَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ یعنی ہر کام اور ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ رکھیں اس کے سوا کسی کو حقیقی کارساز نہ سمجھیں۔

دوسری صفت اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ۔ یعنی جو کبیرہ گناہوں سے خصوصًا بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرنے والے ہیں، کبیرہ گناہ کیا ہیں، اس کی تفصیل سورۂ نساء وغیرہ میں پہلے بیان ہو چکی اور احقر نے ایک مختصر سے رسالہ میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی پوری فہرست بھی لکھدی ہے۔ جو گناہ بے لذت، کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔

کبیرہ گناہوں میں سبھی گناہ داخل تھے، ان میں سے فواحش کو الگ کر کے بیان فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ فواحش کے گناہ عام کبیرہ گناہوں سے زیادہ سخت بھی ہیں اور وہ ایک مرض متعدی ہوتے ہیں۔ جس سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں فواحش کا لفظ ان کاموں کے لئے بولا جاتا ہے جن میں بے حیائی ہو جیسے زنا اور اس کے مقدمات۔ نیز وہ اعمال بد جو ڈھٹائی کے ساتھ علانیہ کئے جاویں وہ بھی فواحش کہلاتے ہیں کہ ان کا وبال بھی نہایت شدید اور پورے انسانی معاشرہ کو خراب کرنے والا ہے۔

تیسری صفت، وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۔ یعنی وہ جب غصہ میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں یہ حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کیونکہ کسی کی محبت یا کسی پر غصہ یہ دونوں چیزیں جب غالب آتی ہیں۔ تو اچھے بھلے عاقل فاضل آدمی کو اندھا بہرا کر دیتی ہیں۔ وہ جائز، ناجائز حق و باطل اور اپنے کئے کے نتائج پر غور کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ جس پر غصہ آتا ہے اس کی کوشش یہ ہونے لگتی ہے کہ مقدور بھر اس پر غصہ اتارا جائے۔ مومنین و صالحین کی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ غصے کے وقت حق و ناحق کی حدود پر قائم رہیں۔ بلکہ اپنا حق ہوتے ہوئے بھی معاف کر دیتے ہیں

چوتھی صفت، اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ۔ استجابت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملے اس کو فورًا بے چون و چرا اور بے تامل قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاوے وہ اپنی طبیعت کے مطابق ہو یا مخالف، ہر حال میں اس کی تعمیل کرے۔ اس میں اسلام کے تمام فرائض کی ادائیگی اور تمام محرمات و مکروہات سے بچنے کی پابندی شامل ہے مگر فرائض میں چونکہ نماز سب سے اہم فرض ہے اور اس میں یہ خاصہ بھی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے دوسرے فرائض کی پابندی اور ممنوع چیزوں سے بچنے کی توفیق بھی ہو جاتی ہے اس لئے اس کو ممتاز کر کے فرمایا، وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ یعنی یہ لوگ نماز کو اس کے تمام واجبات اور

آداب کے ساتھ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں۔

پانچویں صفت، وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۔ یعنی ان کے کام آپس میں مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔ شوریٰ بروزن بشریٰ مصدر ہے۔ تقدیر عبارت ذو شوریٰ ہے۔ مراد ہے کہ مہمات امور جن میں شریعت نے کوئی خاص حکم متعین نہیں کر دیا ہے ان کو طے کرنے میں یہ باہمی مشورہ سے کام لیتے ہیں۔ مہمات امور کی قید خود لفظ امر سے مستفاد ہے۔ کیونکہ عرف میں امر ایسے ہی کاموں کے لئے بولا جاتا ہے۔ جن کی اہمیت ہو۔ جیسا کہ سورۂ آلِ عمران کی آیت وشاوِرهُمْ فی الامر۔ کے تحت تفصیل گزر چکی ہے اس میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ مہمات امور میں امور مملکت وحکومت بھی داخل ہیں اور عام معاملات مہمہ بھی۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ مہمات مملکت میں مشورہ لینا واجب ہے۔ اسلام میں امیر کا انتخاب بھی مشورہ پر موقوف کر کے زمانہ جاہلیت کی شخصی بادشاہتوں کو ختم کیا ہے۔ جنہیں ریاست بطور وراثت کے ملتی تھی۔ اسلام نے سب سے پہلے اس کو ختم کر کے حقیقی جمہوریت کی بنیاد ڈالی مگر مغربی جمہوریت کی طرح عوام کو ہر طرح کے اختیارات نہیں دیئے اہل شوریٰ پر کچھ پابندیاں عائد فرمائی ہیں۔ اس طرح اسلام کا نظامِ حکومت شخصی بادشاہت اور مغربی جمہوریت دونوں سے الگ ایک نہایت معتدل دستور ہے اس کی تفصیل معارف القرآن جلد دوم ص ۲۱۵ سے ص ۲۲۲ تک میں ملاحظہ فرمادیں۔

امام جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے مشورہ کی اہمیت واضح ہو گئی اور یہ کہ ہم اس پر مامور ہیں کہ ایسے مشورہ طلب اہم کاموں میں جلد بازی اور خود رائی سے کام نہ کریں۔ اہل عقل وبصیرت سے مشورہ لیکر قدم اٹھائیں۔

مشورہ کی اہمیت اور اس کا طریقہ خطیب بغدادی نے حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے، جس میں قرآن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور آپ سے بھی اس کا کوئی حکم ہمیں نہیں ملا تو ہم کیسے عمل کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اجمعوا له العابدين من امتی واجعلوه بينكم شوریٰ ولا تقضوا برأی واحد۔	اس کے لئے میری امت کے عبادت گذاروں کو جمع کرلو اور آپس میں مشورہ کر کے طے کرلو۔ کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

(روح المعانی، بحوالہ خطیب)

اس روایت کے بعض الفاظ میں فقہاء وعابدین کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مشورہ اُن لوگوں سے لینا چاہیئے جو فقہاء یعنی دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور عبادت گزار ہوں۔

صاحب روح المعانی نے فرمایا کہ جو مشورہ اس طریق پر نہیں بلکہ بے علم بے دین لوگوں میں دائر ہو اس کی صلاح پر غالب رہے گا

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس میں مشورہ لے کر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ارشد امور کی طرف ہدایت فرمادے گا۔ یعنی اس کا رُخ اسی طرف پھیر دے گا جو اس کے لئے انجام کار خیر اور بہتر ہو۔ اسی طرح کی ایک حدیث بخاری نے الادب المفرد میں اور عبد بن حمید نے مسند میں حضرت حسن رضؓ سے بھی نقل کی ہے۔ جس میں آپ نے آیت مذکورہ پڑھکر یہ فرمایا ہے۔

ماتشاور قوم قط الا ھدوا لارشد امرھم۔	جب کوئی قوم مشورہ سے کام کرتی ہے تو ضرور ان کو صحیح راستہ کی طرف ہدایت کردی جاتی ہے۔

حدیث: ــــــ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تمہارے امراء اور حکام وہ لوگ ہوں جو تم سب میں بہتر ہیں اور تمہارے مالدار لوگ سخی ہوں (کہ اللہ کی راہ میں اور غرباء پر خرچ کریں) اور تمہارے کام باہمی مشورہ سے طے ہوا کریں۔ اس وقت تک تمہارے لئے زمین کے اوپر رہنا یعنی زندہ رہنا بہتر ہے اور جب تمہارے امراء و حکام تمہاری قوم کے بُرے لوگ ہوجاویں اور تمہارے مالدار بخیل ہوجاویں اور تمہارے کام عورتوں کے سپرد ہوجاویں کہ وہ جس طرح چاہیں کریں۔ اس وقت تمہارے لئے زمین کی پیٹھ کی بجائے زمین کا پیٹ بہتر ہوگا یعنی زندگی سے موت بہتر ہوگی (روح المعانی)

چھٹی صفت: ــ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ یعنی وہ لوگ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ جس میں زکوٰۃ، فرض اور نفلی صدقات سب شامل ہیں۔ عام اسلوب قرآن کے مطابق زکوٰۃ و صدقات کا ذکر نماز کے متصل آنا چاہیئے تھا یہاں نماز کے ذکر کے بعد مشورہ کا مسئلہ پہلے بیان کرکے پھر زکوٰۃ کا بیان آیا۔ اس میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ اقامت نماز کے لئے مساجد میں پانچ وقت اجتماع ہوتا ہے۔ اس اجتماع سے مشورہ طلب امور میں مشورہ لینے کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ (روح المعانی)

نزلہ کشتن روزِ اوّل

گلے میں خراش محسوس ہو یا چھینکیں آنا شروع ہوں تو سمجھ لیجیے کہ نزلہ زکام کی آمد آمد ہے۔ اسے معمولی بیماری سمجھ کر نظرانداز نہ کیجیے۔ فوری جوشینا لیجیے ورنہ زکام، کھانسی اور بخار جیسے تکلیف دہ امراض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔
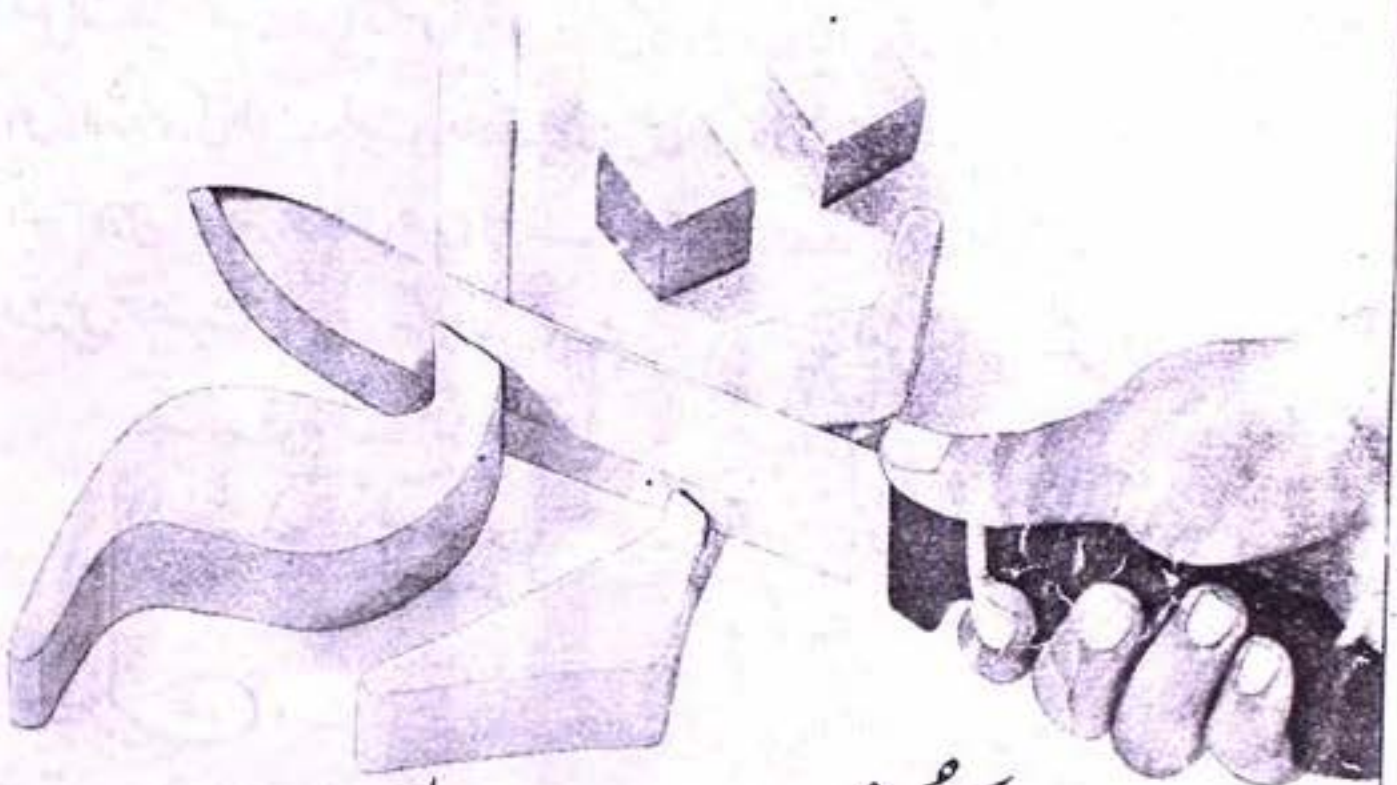
جوشینا۔ صدیوں سے استعمال ہونے والے جوشاندے کے نہایت موثر، کافی و شافی قدرتی اجزا کا خلاصہ (ایکسٹریکٹ) ہے جو ہمدرد کے ماہرینِ فن نے سال ہا سال کے تجربات و تحقیق کے بعد جدید دور کے مصروف انسان کے لیے تیار کیا ہے تاکہ اسے جوشاندے کو ابالنے، چھاننے اور شکر ملانے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔ ایک پیکٹ جوشینا ایک کپ گرم پانی میں ڈالیے، فوری استعمال کے لیے جوشاندے کی ایک خوراک تیار ہے۔

ہمدرد کی فنی محنت اور دوا سازی کی صلاحیت کا مظہر

Adarts-JOS-1-89

مولانا محمد رفیع عثمانی
مفتی وصدر دارالعلوم کراچی

قسط (۱۴)

صدر ضیاء الحق شہید — اور جہادِ افغانستان

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب شہید ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو برسرِ اقتدار آئے، اس کے صرف پونے دس ماہ بعد ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء کو افغانستان میں کمیونسٹ لیڈر "نور محمد ترہ کئی" نے صدر داؤد خان کو قتل کرکے "انقلابِ ثور" کے نام سے کمیونسٹ انقلاب برپا کردیا، جس کے صرف دس روز بعد جہادِ افغانستان کا آغاز ہوگیا ___ اس جہاد کو دبانے اور کمیونسٹ انقلاب کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کیلئے جب ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی فوجیں "ببرک کارمل" کو لے کر افغانستان میں آگھسیں تو یہاں کے مسلمان "فتح یا شہادت" کا عزم لے کر کمیونزم کے اس طوفان سے بھی ٹکرا گئے، اور افغانستان کی بستی بستی اور گاؤں گاؤں سراپا جہاد بن گیا۔

وہی ہیں مرد جن پر یاس کے سائے نہیں پڑتے
وہ بڑھ کر تند طوفانوں سے ٹکرایا ہی کرتے ہیں (حضرت کیفیؒ)

سرزمین افغانستان:

"زاغوں کے تصرّف میں عُقابوں کے نشیمن" کی یہ کربناک صُورتِ حال پوری اُمتِ مسلمہ کیلئے بہت بڑا چیلنج تھی، کیونکہ افغانستان جہاں پونے چودہ سو سال سے مسلمانوں کا اقتدار سایہ فگن چلا آ رہا

۱۔ ۲۳ھ میں موجودہ افغانستان کے تمام شمالی اور مغربی علاقے، اور کچھ جنوبی اور مشرقی علاقے بھی فاروقِ اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام کے زیرِ نگین آ چکے تھے، جن میں ہراۃ، مرو (بالامرغاب)، بلخ، جوزجان، بامیان، طالقان، فاریاب، تخار، سیستان (سجستان۔ قندھار و زرنج) خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں ۔۔۔ افغانستان کے بقیہ تمام علاقے جن میں کابل اور غزنی بھی شامل ہیں، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت (۲۵ھ تا ۳۵ھ) میں فتح ہوئے۔

کابل کو سب سے پہلے ۲۵ھ میں نوجوان صحابی حضرت عبداللہ بن عامر نے فتح کیا جو بصرے کے حاکم تھے، اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال تھی، جب ان کی ولادت ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک فرمائی تھی۔ کابل کی فتح کے بعد جب ان کا لشکر واپس چلا گیا تو یہاں بغاوت ہوگئی، اور کابل کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے حکم پر مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے کابل کو دوبارہ حملہ کرکے فتح کیا، اور اسکے فوراً بعد غزنی کو بھی فتح کر لیا، ان کے ساتھ امیر المؤمنین نے مشہور تابعی حضرت حسن بصریؒ کو اور فقہائے کرام کی ایک جماعت کو بھی بھیجا تھا، تاکہ یہاں اسلامی احکام کی ترویج و اشاعت اور اسلامی قوانین کی تنفیذ کی جائے ۔۔۔ ان کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد کابل میں پھر بغاوت ہوگئی، جسے کچلنے کیلئے ۴۳ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃؓ ہی کو روانہ کیا، انہوں نے آس پاس کی شورشیں کچلنے کے بعد کابُل کو از سرِ نو ۴۴ھ میں منجنیقوں کی مدد سے فتح کیا۔ اس فتح کے دوران ایک برگزیدہ صحابی حضرت ابو رفاعہ تمیم بن اُسید العدوی رضی اللہ عنہ نے کابُل میں جامِ شہادت نوش کیا، وہیں ان کا مزار ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہاں شہید ہونے والے صحابی "حضرت ابوقتادہ العدویؓ" تھے۔ (الاصابہ ص ۷۰، ج ۴) افغانستان میں ظہورِ اسلام کی مفصل تاریخ اور یہاں کی عظیم علمی و دینی شخصیات کے حالات کیلئے دیکھئے "ڈاکٹر محمد علی البار"

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہے، جہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ، حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت ابورفاعہ العدوی رضی اللہ عنہم نے اپنی مقدس جانوں کی بازی لگاکر اسلام کی شمع روشن کی تھی، اور جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصریؒ اور ان کے مایۂ افتخار رفقاء نے اسلامی احکام کی ترویج واشاعت، اور اسلام کے عادلانہ قوانین نافذ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا،

- جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے،
- جس سرزمین کو مکحولؒ، ضحاک بن مزاحمؒ، عطاء بن ابی السائبؒ، مقاتل بن حیانؒ، عطاء بن ابی مسلم خراسانی بلخیؒ، اور سعید بن ابی سعید المقبریؒ جیسے جلیل القدر تابعین کا وطن ہونے کا شرف حاصل ہے۔
- جہاں حضرت عبداللہ بن المبارک، امام ابوداؤد سجستانی (صاحب السنن)، ابوحاتم ابن حبّان البُستی، امام بغوی، اور علاّمہ خطابی جیسے ائمۂ حدیث وفقہ پروان چڑھے۔
- جس مردم خیز سرزمین نے حضرت ابراہیم بن ادھم، حضرت حاتم اَصم اور مولانا جلال الدین رومی (صاحبِ مثنوی) جیسے محقق صوفیائے کرام اور اولیائے عظام پیدا کئے،
- جو ابوسلیمان الجوزجانی، ابوجعفر الہندوانی، اور فقیہ ابواللیث سمرقندی جیسے فقہائے مجتہدین کا مسکن رہا۔
- جہاں سے حضرت مقاتل بن سلیمان جیسے ائمۂ تفسیر، اخفش جیسے ائمہ ادب ولغۃ، فردوسی جیسے شعراء اور ابوریحان البیرونی جیسے مُسلم سائنسدان اُبھرے، اور دنیائے علم وفن پر چھا گئے۔
- وہ افغانستان جس کے ایک ایک نشیب وفراز پر محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی کی شجاعت اور جاہ وجلال کی داستانیں ثبت ہیں[1]
- وہ افغانستان جس کی پوری آبادی (سوائے اسماعیلی فرقے کے، اور سوائے کمیونسٹوں کے

کی کتاب "افغانستان من الفتح الاسلامی الی الغزو الروسی" (ص ۹۰ تا ۱۰۳ - وص ۳۴۵ تا آخر کتاب) نیز دیکھئے "دائرۂ معارف اسلامیہ اُردو". (ص ۹۵۱ تا ص ۹۵۴)

[1] مشاہیرِ افغانستان کے یہ اسماء گرامی یہاں محض نمونہ کے طور پر درج کئے گئے ہیں، ورنہ افغانستان کی عظیم دینی شخصیات کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اُن کے صرف ناموں کی فہرست کیلئے ایک مستقل رسالہ کی وسعت درکار ہوگی۔

جو حالیہ دَور کی پیداوار ہیں) قبولِ اسلام کے وقت سے نسلاً بعد نسل مسلمان چلی آرہی ہے اور اَب بھی مسلمانوں کی تعداد ۹۸ فیصد سے زیادہ ہے۔

اسلام کے پروانوں اور جاں نثاروں کی اس مایۂ ناز سرزمین پر اب دُنیا کا بدترین کفر "کمیونزم" اپنے خونیں پنجے گاڑ رہا تھا، اور اپنا منحوس اقتدار مسلّط کرنے کیلئے ظلم و ستم، وحشت و بربریت اور دجل و فریب کا ہر حربہ استعمال کر رہا تھا، وہ کمیونزم جو اللہ تعالیٰ کا بھی دشمن ہے اور انسانیت کا بھی — افغانستان میں آگ اور خون کا بازار گرم تھا، مُسلمانوں کا خون بے دردی سے بہایا جا رہا تھا، اُن کی بستیوں کو رُوسی ٹینک اور طیارے ملبوں کے ڈھیر میں تبدیل کر رہے تھے، پاک دامن خواتین کی عصمتیں لُٹ رہی تھیں، قرآن کریم کو نجاستوں میں پھینکا جا رہا اور پاؤں تلے روندا جا رہا تھا، مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں پر بلڈوزر چلائے جا رہے تھے[1] بوڑھوں، عورتوں اور بچّوں کی دِل دوز چیخوں اور سسکیوں سے حشر برپا تھا — اِن کربناک حالات میں قرآنِ کریم کا یہ فرمان اُمّتِ مسلمہ کو پکار رہا تھا کہ:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں، اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچّوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دُعا کر رہے ہیں کہ "اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال لے جس کے رہنے والے (کفّار) ظالم ہیں، اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنادے، اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنادے"۔

(سورۃ النساء — آیت ۷۵)

پاکستان کی کڑی آزمائش:

قرآنِ کریم کا یہ خطاب یوں تو پوری اُمّتِ مسلمہ سے تھا، لیکن پاکستان اور ایران کے مسلمان اس کے سب سے پہلے مخاطب تھے، کیونکہ مسلم افغانستان پر یہ قیامت اُنہی کے پڑوس میں ڈھائی

---

[1] کمیونسٹ انقلاب کے بعد یہ سب واقعات اکثرت سے پیش آتے رہے۔

جاری تھی۔ پاکستان کیلئے یہ اور بھی کڑی آزمائش اس لئے تھی کہ اس صورتِ حال سے خود پاکستان کی سلامتی کو انتہائی شدید خطرہ لاحق ہوگیا تھا، کیونکہ روسی فوجیں افغانستان میں اُسے راستے کی ایک ایک منزل سمجھ کر داخل ہوئی تھیں، روس کا اصل نشانہ پاکستانی بلوچستان اور اُس کا گرم سمندر تھا، جس کے ذریعہ وہ مشرقِ وُسطیٰ کے تیل تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اس پس منظر میں پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب پر جو بھاری اور نازک ذمہ داری آپڑی تھی، وہ ان کے ایمان کا بھی کڑا امتحان تھا، جراُت و شجاعت کا بھی، اور سیاسی تدبُّر و فراست کا بھی ——— حالات ایسے تھے کہ وہ روس جیسی سپر طاقت سے براہِ راست جنگ مول لیتے تو پاکستان کے بغلی دشمن بھارت کو منہ مانگی مُراد مِل جاتی، اور موقع سے فائدہ اُٹھا کر وہ بھی اس جنگ میں پاکستان کے خلاف کُود پڑتا، ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال خود پاکستان کے لئے انتہائی خطرناک ہوتی، اور پاکستان و افغانستان دونوں ہی عالمی طاقتوں کا میدانِ جنگ بن جاتے ——— خاموش تماشائی بنے رہنا بھی ایمانی غیرت، اسلامی فریضے اور سیاسی تدبُّر کے منافی تھا، کیونکہ کافر حکومت اور روسی فوجوں کا وجود اگر آج مسلم افغانستان میں برداشت کر لیا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ کل ہمیں کیونزم کے اس طوفان کے پاکستان میں گھُس آنے پر بھی کوئی خاص اعتراض نہیں ہوگا۔ لہٰذا نجاست کے اس بھیانک طوفان کو صرف ڈیورنڈ لائن (پاک افغان سرحد) پر روکنا کافی نہ تھا، بلکہ اسے افغانستان سے بھی پرے دھکیل کر اُس کے سامنے مضبوط بند باندھنا ضروری تھا۔ اس شرعی فریضے کو نظر انداز کرنا قومی خودکشی کے مترادف ہوتا کہ:

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف

صدر ضیاء الحق کے کارنامے:

اس خطرناک دوراہے پر صدر محمد ضیاء الحق صاحب شہید نے ایک درمیانی راہ نکالی، اور اُس پر احتیاط سے مردانہ وار آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس راستے سے انہوں نے دُنیا کو عالمی جنگ سے دوچار کئے بغیر مجاہدین اور جہادِ افغانستان کیلئے وہ عظیم قوّت فراہم کی جس سے زیادہ شاید وہ جنگ میں براہِ راست داخل ہو کر بھی نہ پہنچا سکتے۔

سکھا دیتی ہے قدرت جن کو اندازِ جہانبانی
وہ ہر اُلجھی ہوئی گتھی کو سلجھایا ہی کرتے ہیں

۱۔ انہوں نے جہادِ افغانستان کے لئے پوری دنیا اور خصوصاً عالمِ اسلام کے ضمیر کو جھنجوڑا، انہوں نے نہایت دِلسوزی کے ساتھ دلائل و براہین سے اُن کو بتایا کہ مجاہدین صرف افغانستان کی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں، اس موقع پر ان کی مؤثر حمایت اور بھرپور امداد نہ کی گئی تو کمیونزم کے اس ناپاک سیلاب کو مشرقِ وسطیٰ تک پہنچنے سے نہیں روکا جاسکے گا ــــــ اس کام کیلئے صدر مرحوم نے اقوامِ متحدہ، مسلم سربراہی کانفرنس، اور ہر عالمی تنظیم اور فورم کو بڑی قابلیت اور خود اعتمادی سے استعمال کیا، اور اپنے سفارتی ذرائع کو اس مہم پر لگادیا ــــ اس طرح وہ مجاہدین کیلئے پوری دُنیا کی ہمدردیاں حاصل کرنے، اور روس کو یکہ و تنہا چھوڑ دینے میں کامیاب ہوگئے۔

۲۔ انہوں نے عالمِ اسلام اور دیگر ممالک سے مجاہدین کو امداد دلوانے اور اُسے مجاہدین تک پہنچانے میں انتہائی فعّال، ہمدردانہ اور باوقار روش اختیار کی، اور امریکہ آخر تک اُن سے اپنی امداد کے معاوضے میں کوئی ایسا فیصلہ نہ کرا سکا جو اس مقدس جہاد کے اغراض و مقاصد کے خلاف ہوتا۔

۳۔ انہوں نے اُن مسلم رضاکاروں کیلئے پاکستان کے دروازے کھول دیئے جو جہاد میں حصّہ لینے کیلئے مختلف ممالک سے آرہے تھے، چنانچہ سرزمینِ افغانستان کی ایک ایک اِنچ زمین کو آزاد کرانے کیلئے مجاہدین نے اپنے خون کا نذرانہ جو پیش کیا، اُس میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، عراق، ترکی، فلسطین، پاکستان، ایران، بنگلہ دیش، برما، سری لنکا، اور آسٹریلیا تک کے مسلم رضاکاروں کا خون شامل ہے، اِن ملکوں کے رضاکار آج بھی اپنے افغان بھائیوں کے دوش بدوش کفر سے برسرِ پیکار ہیں ــــ خصوصاً عربوں کی روایتی شجاعت کی ولولہ انگیز داستانیں تو افغانستان کے بچّہ بچّہ کی زبان پر ہیں۔

۴۔ افغان مجاہدین کی تنظیموں میں جہاد کے ابتدائی دَور میں شدید اختلاف و انتشار تھا، ایسے واقعات بھی عین جہاد کے دوران پیش آئے کہ ایک تنظیم یا ایک قبیلے نے دوسرے قبیلہ پر حملہ کردیا، مجاہدین کی یہ خانہ جنگی اس جہاد کو سبوتاژ کرسکتی تھی ــــــــ یہ ضیاء الحق صاحب ہی کا کارنامہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِن متخالف گروہوں اور تنظیموں کو متحد اور یک جان کرنے میں کامیاب ہوگئے، چھوٹی چھوٹی کئی تنظیمیں بڑی بڑی جماعتوں میں مدغم ہوگئیں، اور بڑی بڑی سات جماعتوں کا ایک مرکز "سات جماعتی اتحاد" کے نام سے وجود میں آگیا، جس نے باہمی مشورے سے افغانستان کی ایک مجوزہ عبوری حکومت کی تشکیل کی، اور انجنیئر

احمد شاہ کو متفقہ طور پر اس مجوزہ عبوری حکومت کا صدر منتخب کر لیا۔ صدر ضیاء الحق صاحب کی شہادت کے وقت تک اِن تنظیموں میں کوئی اختلاف دُور دُور نظر نہ آتا تھا، اور ماضی کی رنجشیں "قصۂ پارینہ" بن چکی تھیں۔

۵۔ وہ افغان مجاہدین کے بھائی، ان کے دُکھ درد کے ساتھی تو تھے ہی، اس جہاد میں اُن کے قابلِ اعتماد مُشیر و رہنما بھی تھے، وہ خود سپاہی، سپہ گر اور سپہ سالار تھے، اس لئے اُن کے مشوروں سے افغان رہنما خوب استفادہ کرتے رہے ـــــ مجھے صدر ضیاء الحق شہید کے بڑے صاحبزادے جناب اعجاز الحق نے بتایا کہ انہیں افغان رہنماؤں نے بتایا کہ ہم صدر ضیاء الحق صاحب کے پاس بسا اوقات رات کے ۴-۳ بجے تک بیٹھے رہتے، افغانستان کا نقشہ سامنے ہوتا، وہ اس کی مدد سے ہمیں اہم فوجی نوعیت کے فنی مشورے دیا کرتے تھے۔

۶۔ مجاہدین کیلئے مشکل ترین مسئلہ اپنے بال بچوں کی حفاظت اور اُن بے خانماں لاکھوں مہاجرین کو پناہ دینے کا تھا جو کمیونسٹوں کی بربریت کا نشانہ بن کر پاکستان کا رُخ کر رہے تھے، ضیاء الحق صاحب مرحوم نے مجاہدین کو اس معاملہ میں بے غم کر دیا، انہوں نے افغان مہاجرین کیلئے پاکستان کے دروازے چوپٹ کھول دیئے، انہیں نہ صرف پناہ دی، بلکہ یہ احساس بھی نہ ہونے دیا کہ وہ کسی اجنبی ملک میں آگئے ہیں، پاکستان کے مختلف علاقوں میں اُن کیلئے کیمپ قائم کر دیئے اور ہر قسم کی ضروریات مہیا کی گئیں، وہ کیمپ دیکھتے ہی دیکھتے اچھے خاصے قصبے اور شہر بن گئے، ایسا ہی ایک شہر پشاور کے قریب "پبی" ریلوے اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر میں نے بھی دیکھا ہے، اس شہر کی ایک خصوصیت مجھے یہ بتائی گئی کہ یہاں بجلی مُفت فراہم کی گئی ہے، ممکن ہے مہاجرین کی دوسری بستیوں میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہو۔ یہ ایسی رعایت ہے جو کسی پاکستانی کو بھی حاصل نہیں ـــــ اِن تمام سہولتوں کے باوجود اِن مہاجرین پر یہ پابندی نہیں لگائی گئی وہ انہی کیمپوں میں رہیں، بلکہ مکمل آزادی دی گئی کہ وہ پاکستانیوں کی طرح جس شہر میں چاہیں رہیں، اور ملازمت، مزدوری اور کاروبار کریں[۱]۔

---

[۱] لیکن اس آزادی سے جہاں ان ستم رسیدہ مہاجرین کو فائدہ پہنچا وہیں کمیونسٹ کابل انتظامیہ کی خفیہ دہشت گرد تنظیم "خاد" نے بھی پورا فائدہ اُٹھایا، اُس کے دہشت گرد ایجنٹ جو روس کے تربیت یافتہ تھے، مہاجرین کے بھیس میں پاکستان کے شہروں میں پھیل گئے، اور انہوں نے دہشت گردی، منشیات فروشی اور تخریب کاری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا، جس سے پاکستان میں بہت سے معاشرتی اور سیاسی مسائل پیدا ہوئے۔ رفیع

۷۔ انہوں نے افغانستان کی سرحد تک جانے والے کئی دُشوار گذار کچے پہاڑی راستوں کو پختہ سڑک میں تبدیل کردیا جس سے مقامی آبادی کی مشکلات بھی دُور ہوئیں، اور مہاجرین و مجاہدین کے لئے آمد و رفت آسان ہوگئی۔

۸۔ انہوں نے زخمی مجاہدین و مہاجرین کو معیاری علاج، اور معذور ہوجانے والوں کو مصنوعی اعضاء فراہم کرنے کیلئے بعض مسلم ممالک کے تعاون سے کئی ہسپتال اور متعلقہ ادارے پاکستانی سرحد کے نزدیک قائم کئے، جو ان ستم رسیدہ مسلمانوں کیلئے نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوئے۔ یہ ادارے اَب بھی شب و روز اس خدمت میں سرگرمِ عمل ہیں۔

۹۔ انہوں نے ہر اہم موقع پر افغان بھائیوں کی بھرپور وکالت کی، ان کے حوصلوں کو بلند کیا، اور بلند رکھا، انہیں یہ اچھی طرح محسوس کروادیا کہ وہ اس جہاد میں تنہا نہیں، پاکستان اور یہاں کے عوام اُن کے دُکھ درد میں سب سے زیادہ شریک ہیں۔

یہ تو جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں ضیاء شہید کے وہ کارنامے ہیں جو سرسری انداز میں نوکِ قلم پر آگئے، اور جن سے ہر وہ شخص واقف ہوگا جو اس جہاد سے کچھ دلچسپی، اور اس کے متعلق ضروری معلومات رکھتا ہو ـــــ اور بھی نہ جانے کتنے کارنامے ہوں گے جو میرے علم میں نہیں آئے ـــــ اور بہت سے کارنامے تو شاید صیغۂ راز میں ایسے ہوں جو کبھی بھی مؤرخ کی دسترس میں نہ آسکیں گے۔

کاروانِ شوق ہر منزل سے آگے بڑھ گیا
میری ہر منزل غبارِ رہ گذر ہوتی گئی (حضرت کیفیؒ)

نظروں کا تارا ــــ کچھ آنکھوں کا کانٹا:

اپنی اس مومنانہ اور مدبّرانہ اَن تھک جدّوجُہد کی بدولت وہ اتحادِ عالمِ اسلامی اور جہادِ افغانستان کی علامت بن گئے تھے، جس کے نتیجہ میں وہ امتِ مسلمہ کی ہمدردیاں اور مالی امداد خود پاکستان کے لئے بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے، اور عالمِ اسلام میں پاکستان کا وقار بلند تر ہوتا چلا گیا۔ افغانی سرحد سے متصل پاکستانی علاقوں صوبہ سرحد اور بلوچستان میں کئی ملکوں کے اہلِ خیر مسلمانوں اور تنظیموں نے دل کھول کر ترقیاتی اور رفاہی کاموں میں نجی طور پر بھی مالی تعاون پیش کیا ـــــ صدر ضیاء الحق شہید ان جرأت مندانہ اور مجاہدانہ کارناموں کی بدولت ایک طرف عالمِ اسلام کی نظروں کا تارا بنتے چلے گئے تو دُوسری طرف روس، بھارت اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے۔

جنہیں آتا ہے مرنا اپنی عزت اور اصولوں پر
وہ اپنی برتری دنیا سے منوایا ہی کرتے ہیں (حضرت کیفیؒ)

جہادِ افغانستان جوں جوں کامیابی کے مراحل طے کر رہا تھا روس کو اپنی سیاسی اور فوجی موت قریب ہوتی نظر آرہی تھی، بھارت کی بے چینی بھی بڑھتی جا رہی تھی، روس کی ہمدردی میں ـــــ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لیبیا بھی پیش پیش تھا، اِن طاقتوں نے جتنا زور جہادِ افغانستان کو بدنام کرنے میں صرف کیا، اتنا ہی زور وہ پاکستان اور صدرِ مرحوم کو بدنام کرنے میں استعمال کرتی رہیں۔ اِن طاقتوں نے پاکستان کو طرح طرح کی اندرونی و بیرونی سازشوں اور تخریب کاریوں کا نشانہ بنایا، پی آئی اے کا طیارہ اغوا کرایا گیا، پاکستان کے بڑے شہروں میں بموں کے دھماکے اور تخریب کاریاں روز کا معمول بن گئیں، اوجڑی کیمپ آرڈی ننس ڈپو میں دھماکوں، اور وہاں سے نکل کر اُڑنے والے میزائلوں، بموں اور راکٹوں سے راولپنڈی اور اسلام آباد کے جڑواں شہروں پر قیامتِ صغریٰ ٹوٹ پڑی، خود ضیاء الحق شہید کے طیاروں پر کئی بار قاتلانہ حملے کئے گئے، روسی اور بھارتی لابی نے صدرِ مرحوم کو اپنی پروپیگنڈہ مہم کا نشانہ بنا کر پاکستانی عوام کو جہادِ افغانستان کے خلاف ورغلانے اور روس کے غیظ و غضب سے ڈرانے کی جان توڑ کوشش کی ـــــ لیکن ضیاء الحق مرحوم کے پائے استقلال میں فرق نہ آیا، وہ چٹان کی طرح جمے، اور پھول کی طرح مسکراتے رہے۔ وہ بڑے بڑے کام نہایت خاموشی سے کر گذرنے کے عادی تھے، عوام کے سامنے جہادِ افغانستان کے بارے میں بہت کم بولتے تھے، لیکن جب دشمنوں کی تخریبی کارروائیوں سے عوام میں ہراس پیدا ہونے لگتا تو اُن کی محبت بھری، پُراعتماد اور ولولہ انگیز آواز سُنائی دیتی کہ:

"یہ ہمیں اپنی افغان پالیسی کی قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے، قوموں کو اپنے اعلیٰ مقاصد کیلئے اس سے بھی زیادہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں ـــــ اِن کارروائیوں کے ذریعہ ہمیں اپنے اصولوں سے نہیں ہٹایا جا سکتا۔"

اس آواز کی گونج پاکستان کے راسخ العقیدہ عوام کو اپنے مؤمن دل کی دھڑکنوں میں سُنائی دیتی اور دشمن لابی کے سارے تار پود بکھر کر رہ جاتے۔ عوام کا یہ عزم پھر تازہ ہو جاتا کہ

یہ فتنہ و شر کے پروردہ تخریب کا ساماں لاکھ کریں
ہم بزم سجانے آئے ہیں، ہم بزم سجا کر دم لیں گے (حضرت کیفیؒ)

امریکہ بھی جہادِ افغانستان اور صدر ضیاء الحق کا کچھ کم دشمن نہ تھا، لیکن روسی فوجوں کے خلاف اپنے سیاسی مفادات کی خاطر مجاہدین کو امداد دینے پر مجبور تھا، اور ضیاء الحق صاحب کو راضی

رکھنا بھی اس کی مجبوری تھی۔ چنانچہ جیسے ہی روس نے اپنی فوجیں افغانستان سے واپس بلانے کا فیصلہ کیا، امریکہ نے ایک دن ضائع کئے بغیر اُس سے مجاہدین کیخلاف سمجھوتہ کرلیا، تاکہ یہاں مجاہدین کی حکومت کو قائم ہونے سے روکا جاسکے، ضیاء صاحب کے ہوتے ہوئے مجاہدین کے خلاف کوئی کارروائی پاکستان کے راستے سے کرانا ممکن نہ تھا، اس لئے اب ضیاء شہید کا وجود بھی امریکہ کی آنکھوں میں بُری طرح کھٹک رہا تھا۔

اسلام دشمن طاقتوں کے اندیشے:

یہ دشمن طاقتیں پوری شدت سے محسوس کررہی تھیں کہ اگر جہادِ افغانستان کامیاب ہوگیا، اور پورے افغانستان میں مجاہدین کی اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو

۱۔ پاکستان اور افغانستان یک جان و دو قالب ہو کر عالمِ اسلام کی ایسی طاقت بن جائیں گے جس پر اسلام دشمن طاقتوں کو اپنا دباؤ قائم رکھنا ممکن نہ رہے گا، بلکہ ایران اور ترکی اِن کے ساتھ مِل گئے تو مضبوط اسلامی بلاک کی داغ بیل بھی پڑ سکتی ہے۔

۲۔ عالمِ اسلام جو جہاد کے سبق کو بُھلا کر بڑی طاقتوں کے سامنے کاسہ لیسی کی زندگی گذار رہا ہے اُسے اس بھولے ہوئے سبق کی حیرتناک افادیت اور اثر انگیزی کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوجائے گا، اُس میں خود اعتمادی پیدا ہوگی، حوصلے بلند ہوں گے، اور سپر طاقتوں کے خلاف پوری مسلم دنیا میں حقیقی آزادی کی لہر جاگ اُٹھے گی۔

۳۔ رُوس کی مقبوضہ اسلامی ریاستوں میں جہاد کی جو لہر اُٹھ رہی ہے وہ طوفانی شکل اختیار کرلے گی۔

۴۔ فلسطین کا جہاد جو "عرب قومیت" کی نذر ہوگیا تھا، وہ اب "مسلم قومیت" کی بنیاد پر ناقابلِ تسخیر قوت بنکر اُبھریگا، اور مسلمانانِ عالم اپنے قبلۂ اوّل کو آزاد کرانے کیلئے مجاہدینِ افغانستان کے راستہ پر چل پڑینگے۔

۵۔ پاکستان کے خلاف "پختونستان" کا مسئلہ جو اس جہاد نے دبا دیا ہے، ہمیشہ کیلئے دفن ہوجائیگا۔

۶۔ مسلمانانِ کشمیر بھی افغان مجاہدین کی پیروی کرینگے، اُن کے تجربات سے فائدہ اُٹھائیں گے اور ہندوؤں کی غلامی کا گھناؤنا طوق اپنے گلوں سے نکال پھینکنے کیلئے تن من دھن کی بازی لگادیں گے۔

۷۔ ضیاء الحق اس دَور کے مقبول ترین اور کامیاب ترین مُسلم حکمران ثابت ہوں گے، مسلم دُنیا کی اہم قوتیں اور لامحدود وسائل اِن کے گرد جمع ہو جائیں گے، انہیں ایٹم بم بنانے سے

دُنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی، اور نفاذِ اسلام کی راہ میں بھی کوئی اندرونی یا بیرونی رُکاوٹ اثر انداز نہ ہو سکے گی۔

۸۔ سپر طاقتوں کا رعب اور بھرم جاتا رہے گا، اور جو مسلم یا غیر مسلم ممالک ان کے پنجۂ استبداد یا پُر فریب جال میں گرفتار ہیں، وہ بھی غلامی کے اس جُوئے کو اپنے کندھوں سے اُتار پھینکنے کیلئے میدانِ عمل میں آجائیں گے۔

۹۔ جہاد کی ایک خاصیت ـــــ جسے بڑی طاقتیں تاریخ کے حوالے سے خوب جانتی ہیں ـــــ یہ ہے کہ جب مسلمانوں میں آزادی اور جہاد کی اسپرٹ پیدا ہو جاتی ہے تو ان کی باہمی رنجشوں اور رقابتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے ـــــ جبکہ عالمِ اسلام کے اتحاد کو یہ سپر طاقتیں دُنیا پر اپنی چودھراہٹ جمائے رکھنے کیلئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں، اور اس خطرے کے بارے میں اتنی حساس ہیں کہ اسکا ادنیٰ سا سایہ بھی ان کو اگر عالمی سیاست پر نظر آنے لگے تو اس کے سدِباب کیلئے بڑے سے بڑا گھناؤنا جرم کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتیں ـــــ جہادِ افغانستان کی اوٹ میں اُن کو یہ "سب سے بڑا خطرہ" صاف دکھائی دے رہا تھا۔

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مُقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

ضبط و ترتیب : صبّار دانش
استاذ عربی - درسگاہ دینیات - حیدر آباد سندھ

دولتِ قرآن کی قدر و عظمت

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ادام اللہ ظلالہ علینا نائب صدر جامعہ دار العلوم کراچی نے مدرسہ اشرف العلوم نورانی مسجد لیاقت کالونی حیدر آباد میں ختم قرآن مجید کے سلسلہ میں بتاریخ ۵ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء بوقت شب ۱۰½ تا ۱۱½ جلسۂ عام سے خطاب فرمایا، اس خطاب کی خصوصی اہمیت و افادیت کے پیش نظر پوری تقریر ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے پیشِ خدمت ہے۔

خطبۂ مسنونہ الحمد للہ، الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا (ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا) من یھدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ۔ واشھد ان سیدنا وسندنا وشفیعنا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،
اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ، آمنت باللہ صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم۔ ونحن علیٰ ذالک من الشّٰھدین

وانا من الشاکرین والحمد للہ رب العلمین۔

حضرات علمائے کرام، بزرگان محترم اور برادران عزیز! اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان وکرم ہے کہ آج ایک ایسی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے، جو قرآن کریم کی تعلیم کے اس مدرسہ کے اختتام سال پر منعقد ہوئی اور اس موقع پر کئی بچوں نے قرآن کریم حفظ مکمل کیا ہے اس قرآن کریم کی درس وتدریس کی تکمیل کے موقع پر شریک ہونا۔ ہر مسلمان کے لئے باعث سعادت عظمیٰ ہے، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور سب کو قرآن کریم کی اس برکت میں حصہ دار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

نعمت دولت قرآن کی قدر: ـــــ حقیقت یہ ہے کہ آج ہم لوگوں کو قرآن کریم کی اس نعمت اور دولت کی قدر معلوم نہیں، بچے قرآن کریم پڑھتے ہیں، حفظ کرتے ہیں اور الحمدللہ حسب توفیق ہم اس پر خوشی منالیتے ہیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس قرآن کریم کی دولت کی صحیح قدر وقیمت ہمیں آپ کو اس کا اس دنیا میں رہتے ہوئے اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ قرآن کی دولت ہمیں گھر بیٹھے چھپر پھاڑ کر عطا کردی۔ ہمیں اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے اس نعمت کے حصول کیلئے، کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑی ہم نے کوئی محنت نہیں اٹھائی۔ کوئی قربانی نہیں دی، کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا، کوئی جان ومال کی قربانی اس راہ میں پیش نہیں کی، اس واسطے اس کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ ہمیں آپ کو نہیں، اس دولت قرآن کریم کی قدر پوچھیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے، جنہوں نے ایک ایک آیت کو حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کی، مال کی، آبرو کی، خاندان کی، جذبات کی ایسی قربانیاں دیں کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

قرآن کریم اور صحابہ کرام رض: ـــــ قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو سیکھنے کے لئے صحابہ کرامؓ نے جو دشواریاں اٹھائی ہیں، جو محنتیں اٹھائی ہیں۔ ان کا حال آج ہمیں معلوم نہیں۔ قرآن ہمارے سامنے ایک نہایت خوشنما مجلد کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ مدرسہ کھلا ہوا ہے۔ استاد پڑھانے کے لئے موجود ہے اور ہمارا کام صرف یہ ہے کہ اس خوشنما کتاب کو پڑھ لیں اور استاذ سے سیکھ لیں۔ گویا پکی پکائی روٹی تیار ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ نوالہ بنا کر منہ میں لے جائیں اور حلق سے اتار دیں، لیکن وہ بھی نہیں اترتا، وہ بھی صحیح معنوں میں جس طرح اتارنا چاہیئے اس طرح نہیں اترتا۔

قرآن کریم کی قدر ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھیے جنہوں نے ایک ایک چھوٹی چھوٹی آیت کے خاطر ماریں کھائی ہیں کفار کے ظلم وستم برداشت کئے ہیں۔ اور کس کس طرح اس

قرآن کریم کا علم حاصل کیا ہے، صحیح بخاری میں ایک واقعہ آتا ہے، ایک صحابیؓ بیان فرماتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں چھوٹے بچے تھے، اور مدینہ طیبہ سے بہت فاصلہ پر ایک بستی میں تھے، مدینہ طیبہ آنا جانا ممکن نہ تھا۔ مسلمان ہو چکے تھے، لیکن نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ جاکر علم حاصل کرنا، ان کی اپنی ذاتی مجبوری کی وجہ سے مشکل تھا۔ وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں یہ کیا کرتا تھا کہ روزانہ اس سڑک پر چلا جاتا تھا جہاں سے مدینہ طیبہ کے قافلے آیا کرتے تھے۔ جو کوئی قافلہ آتا۔ تو اس سے پوچھتا کہ بھائی اگر آپ لوگ مدینہ طیبہ سے آرہے ہیں تو کیا آپ لوگوں میں سے کسی کو قرآن کریم کی کوئی آیت یاد ہے۔ اگر کسی کو قرآن کریم کی کوئی آیت یاد ہو تو مجھے سکھا دیجئے، قافلہ میں کسی کو ایک آیت یاد ہے کسی کو دو آیتیں یاد ہیں کسی کو تین آیتیں یاد ہیں۔ اس طرح ان قافلے والوں سے سن سن کر، اور ان کے پاس جا جا کر میں نے ایک ایک دو دو آیتیں حاصل کیں اور الحمدللہ اس طرح میرے پاس قرآن کریم کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ ہو گیا۔

ان سے پوچھئے قدر اس قرآن کی، جن کو ایک ایک آیت حاصل کرنے کے لئے قافلے والوں کی منت سماجت کرنی پڑی ہے، لیکن ہمارے پاس پکی پکائی شکل میں موجود ہے جن اللہ کے بندوں نے اسے ہم تک پہنچایا وہ جن محنتوں، قربانیوں اور مشکلات سے گزر کر اس کو ہمارے لئے تیار کر کے چھوڑ گئے ہمارا کام صرف اتنا رہ گیا ہے کہ اس کو پڑھ لیں، پڑھنا سیکھ لیں اس کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پر عمل کریں، گویا پکی پکائی روٹی تیار ہے صرف کھانے کی دیر ہے، اس واسطے قدر نہیں معلوم ہوتی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی اور بہن کا واقعہ ہے (اس واقعہ کو ہر مسلمان جانتا ہے) کہ وہ دونوں جانتے تھے اگر قرآن حضرت عمرؓ کے سامنے بیٹھ کر پڑھیں گے (اس وقت تک حضرت عمر مسلمان نہیں ہوئے تھے) تو وہ ہمیں پڑھنے نہیں دیں گے، بلکہ ہمیں سزا دیں گے اس واسطے چھپ چھپ کر پڑھتے، حضرت عمرؓ کہیں باہر جا رہے تھے کسی نے کہا کہ دوسروں کو تو اسلام سے روکتے ہیں اپنے گھر کی جا کر خبر نہیں لیتے، وہاں پر کیا ہو رہا ہے، واپس آکر دیکھا کہ بہن اور بہنوئی قرآن کریم کھولے ہوئے بیٹھے ہیں اور وہ اس وقت سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے (پھر جو کچھ ہوا وہ معلوم ہے)

ان مشکلات کے دور میں ایک ایک آیت صحابہ کرامؓ نے اس طرح حاصل کی ہے۔ اس لیئے وہ اس کی قدر و قیمت پہچانتے تھے، چونکہ ہم اور آپ کو بیٹھے بٹھائے یہ دولت مل گئی ہے اس لئے اس کی قدر نہیں پہچانتے، اس قدر نہ پہچاننے کے باعث جب تک یہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، جب تک یہ دنیا کا نظام چل رہا ہے، جب تک موت نہیں آتی۔ اس وقت تک ذہن لگا ہوا ہے۔ ظاہری چمک دمک میں دوسری چیزوں میں، ایک وقت آتا ہے جب دنیا سے جانا ہے

قبر کے اندر جب انسان پہنچے گا، وہاں پتہ چلے گا اس قرآن کریم کی دولت کا، عظمت کا، وہاں جاکر اس کی نعمت کا پتہ چلے گا، ایک ایک آیت پر کیا کچھ انوار، کیا کچھ نعمتیں اور کیا کچھ انعامات ملیں گے۔

قرآن کریم کی تلاوت کا اجر:

———— ایک حدیث شریف میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص قرآن کریم پڑھتا ہے۔ تو اس کے پڑھنے پر ہر ہر حرف پر، ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ پھر تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف، ل ایک حرف، م ایک حرف، تو جب الٓمٓ پڑھا تو اس الٓمٓ کے پڑھنے سے نامہ اعمال میں تیس نیکیوں کا اضافہ ہوگیا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو بغیر سمجھے، بغیر سوچے پڑھنے سے کیا حاصل، یہ تو ایک نسخہ ہدایت ہے۔ اس کو سمجھ کر انسان پڑھے، اور اس پر عمل کرے تو اس کا فائدہ حاصل ہوگا محض طوطے مینا کی طرح اس کو رٹ لیا، اس سے فائدہ کیا، تو سرکار دو عالم ﷺ نے بیان فرمایا کہ یہ قرآن وہ نسخہ شفا ہے جو اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرے۔ وہ تو باعثِ شفا ہے ہی لیکن اگر کوئی شخص محض اس کی تلاوت کیا کرے، بغیر سمجھے بھی تو اس پر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اتنی نیکیاں لکھی ہیں کہ ایک الٓمٓ کے پڑھنے پر تیس نیکیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم سے غفلت کا باعث

کوئی کشش پیدا نہ ہوئی، کوئی جنبش نہ ہوئی، کوئی حرکت نہیں ہوئی

ان نیکیوں کو حاصل کرنے کے لئے کوئی جذبہ دل میں پیدا نہ ہوا۔ کیوں؟ اس واسطے کہ آج کی دنیا کا سکہ نیکیاں نہیں، یہ جو کہا جا رہا ہے کہ نیکیوں میں اضافہ ہو جائے گا نامۂ اعمال میں اضافہ ہو جائے گا یہ سکہ رائج الوقت نہیں، اگر یوں کہا جاتا کہ الٓمٓ کے الف پر دس روپیہ ملیں گے، لام پر دس روپے ملیں گے، میم پر دس روپے ملیں گے یعنی الٓمٓ پڑھنے پر تیس روپے ملیں گے، تو دل اس کی طرف کھینچتا، کشش ہوتی۔ لوگ دوڑتے اور بھاگتے۔ یہاں تو بہت سستا سودا مل رہا ہے کہ الٓمٓ پڑھو اور تیس روپے کماؤ۔ چونکہ یہ کہا جا رہا ہے، روپوں کے بجائے نیکیاں ملیں گی۔ کوئی کشش کوئی جنبش کوئی حرکت دل میں پیدا نہیں ہو رہی۔ اس واسطے کہ نیکیوں کی قدر نہیں معلوم، جانتے نہیں کہ نیکی کے بڑھنے سے کیا ہوتا ہے اور روپے کی قدر معلوم ہے، دس روپے ملیں گے تو اُن سے اتنا کام ہوگا۔ اور تیس روپے ملیں گے تو اتنا کام ہوگا اس واسطے ان کی قدر و قیمت کا بیت ہے، نیکیاں بڑھنے سے کون سی کار ہاتھ

آگئی، کونسا بنگلہ بن گیا، کونسے بینک بیلنس میں اضافہ ہوگیا، نیکیاں بڑھ گئیں تو کیا ہوگیا؛ سکہ رائج الوقت تو ہے نہیں، اس واسطے اس کی طرف کشش نہیں ہوتی۔ اس کی طرف دل میں حرکت نہیں ہوتی۔

جس روز یہ آنکھ بند ہوگئی، جس روز اس قلب کی حرکت رک گئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور حاضری ہوگئی اس دن پتہ چلے گا۔ کہ یہ نیکیاں کیا چیز تھیں اور یہ روپے جس کی ہم قدر کیا کرتے تھے جو آج بڑی قیمتی چیز ہیں یہ کیا تھے؟

درحقیقت مفلس کون ہے؟

حدیث میں آتا ہے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا۔ کہ یہ بتاؤ، مفلس کسے کہتے ہیں، مفلس کے معنی کیا ہیں، مفلس فقیر تنگ دست محتاج کس کو کہتے ہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! مفلس تو اس کو کہتے ہیں جس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں یعنی جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو۔ اس زمانے میں درہم چلتے تھے اشرفیاں سونے کی اور درہم چاندی کے، تو جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو، دولت نہ ہو، وہ مفلس ہے فرمایا وہ مفلس نہیں۔ حقیقی مفلس کون ہے میں تمہیں بتاتا ہوں حقیقی مفلس وہ ہے کہ جب قیامت کے دن حاضر ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں تو نیکیوں سے اس کا میزانِ عمل کا پلہ بھرا ہوا تھا، بہت سی نیکیاں لے کر آیا ہے۔ نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے ہیں تسبیحات پڑھی ہیں اللہ کا ذکر کیا ہے، تعلیم کی ہے تبلیغ کی ہے دین کی خدمات انجام دی ہیں۔ بہت ساری نیکیاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں لے کر آیا ہے۔

لیکن جب نیکیاں پیش ہوئیں تو معلوم ہوا کہ نیکی تو بہت کی تھیں نماز بھی پڑھی، روزہ بھی رکھا، زکوٰۃ بھی دی، حج بھی کیا، سب کچھ کیا۔ لیکن حقوق العباد ادا نہ کئے، بندوں کے حقوق ادا نہ کئے، کسی کو مارا، کسی کو برا کہا، کسی کا دل دکھایا، کسی کو تکلیف پہنچائی۔ کسی کی غیبت کی کسی کی جان پر حملہ آور ہوا۔ کسی کا مال کھایا ________ کسی کی آبرو پر حملہ کیا۔ یہ اللہ کے بندوں کے حقوق ضائع کئے، نمازیں پڑھی تھیں، روزے رکھے تھے عبادتیں کی تھیں، قرآن کریم کی تلاوت کی تھی سب کچھ کیا تھا۔ لیکن لوگوں کو تکلیف پہنچائی تھی، اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے اور مختلف طریقوں سے۔ اب جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ وہاں تو عدل ہے انصاف ہے۔ ان اصحاب حقوق جن کے حق مارے تھے ان سے کہا گیا کہ تم اس سے اپنا حق وصول کرو۔ کس کا پیسہ کھایا تھا اس سے پیسے وصول کرو۔ اب وہاں کوئی پیسے تو ہیں نہیں۔ نہ روپیہ نہ پیسہ نہ دولت وہاں دنیا کی سب کرنسیاں ختم ہوچکیں وہ حق کیسے ادا کرے۔

باری تعالیٰ فرمائیں گے یہاں کا سکہ روپیہ پیسہ نہیں، یہاں کا سکہ تو نیکیاں ہیں۔ وہ نیک اعمال ہیں جو اس نے دنیا کے اندر کئے تھے، لہٰذا اسی کے ذریعہ تبادلہ ہوگا، چنانچہ جس کے پیسے کھائے تھے کہا جائے گا۔ اس کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دو۔ اس نے بہت ساری نمازیں پڑھی تھیں وہ سب ایک صاحب حق کو مل گئیں، دوسری نمازیں پڑھی تھیں وہ دوسرا صاحب حق لے گیا روزے رکھے تھے وہ تیسرا صاحب حق لے گیا، حج کیا تھا وہ چوتھا صاحب حق لے گیا اور جتنے نیک اعمال کئے تھے ایک ایک کر کے لوگ لے جاتے رہے۔ اس کے نامۂ اعمال سے مٹایا جارہا ہے اُن کے نامۂ اعمال میں لکھا جارہا ہے، یہاں تک کہ ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی وہ جتنا ڈھیر لے کر آیا تھا وہ سارا کا سارا ختم ہوگیا۔ اب کچھ باقی نہیں لیکن اصحاب حقوق پھر بھی باقی، کچھ لوگ پھر بھی کھڑے ہیں کہ پروردگار ہمارا حق تو رہ گیا ہے ہمارے بھی پیسے کھائے تھے۔ ہمیں بھی بُرا بھلا کہا تھا، ہماری بھی غیبت کی تھی، اس سے ہمارا بھی بدلا دلوایئے۔

باری تعالیٰ اس کے پاس نیکیوں کا ذخیرہ تو ختم ہوگیا۔ بدلہ کہاں سے دلوائیں اب راستہ یہ ہے کہ تمہارے جو گناہ ہیں وہ تمہارے نامہ اعمال سے مٹا کر اس کے نامۂ اعمال میں ڈالدیئے جائیں، تم نے غیبت کی تھی تمہارے سے وہ گناہ معاف، وہ گناہ اس کو دیدیا جائے۔ تم نے کوئی اور ناجائز کام کیا تھا، اس ناجائز کام کا گناہ تمہارے نامۂ اعمال سے مٹا کر اس کے نامۂ اعمال میں لکھدیا جائے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکیوں کا ڈھیر لے کر آیا تھا لیکن حقوق العباد کا بندوں کے حقوق کا معاملہ ہوا تو بجائے اس کے کہ وہ نیکیاں باقی رہتیں اُسے اور لوگوں کے گناہ بھی اس کے گردن پر ڈالدیئے گئے، فرمایا حقیقت میں مفلس وہ ہے جو نیکیاں لے کر آیا تھا اور گناہوں کا بوجھ لے کر جارہا ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت

اس لئے بڑے ڈرنے کی بات ہے یہ حقوق العباد ایسی چیز ہے، لوگوں کے حقوق مارنا خواہ پیسے کی شکل میں ہو یا عزت کی شکل میں ہو، یا جان کی شکل میں ہو۔ لوگوں کے حق کو نقصان پہنچانا، یہ اتنا خطرناک معاملہ ہے کہ اور گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔

اگر کوئی شخص شراب پیئے معاذاللہ، زنا کرے، جوا کھیلے، کوئی اور گناہ کرے اور کتنے ہی بڑے سے بڑے گناہ کئے ہوں اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر سچے دل سے توبہ کرے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَاذَنْبَ لَہٗ ۔ جو ایک مرتبہ گناہ سے تائب ہو جائے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں، سب معاف فرما دیتے ہیں لیکن بندوں کے حقوق مارے، ایک پیسہ بھی کسی کا ناجائز کھالیا۔ کسی کو برا بھلا کہدیا۔ کسی کا دل دکھا دیا، یہ ایسا گناہ ہے۔ اس کی معافی کی کوئی شکل نہیں۔ یہ توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ صاحب حق معاف نہ کرے، جس کا حق سلب کیا ہے، اس واسطے اس معاملہ میں بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

ابھی میں (تقریر سے قبل) کہہ رہا تھا، یہاں بالائی حصہ پر مدرسہ دیکھنے کیلئے جانا ہوا۔ بڑا دل خوش ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ اس مدرسہ کو ظاہری وباطنی ہر طرح کی ترقیات عطا فرمائے، یہاں پر دین کے سچے طالب پیدا فرمائے۔ بڑا دل خوش ہوا۔ ماشاء اللہ بڑا کام ہو رہا ہے، لیکن جب اوپر بیٹھا تو لاؤڈ اسپیکر کی آواز اتنی تیز کان میں آرہی تھی، باہر بھی، اوپر بھی کہ چاروں طرف اس کا شور مچ رہا ہے تو میں نے گذارش کی کہ اس کی آواز ہلکی کرنی چاہیئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی گذارش کی کہ کسی ایک جگہ پر لوگ جمع ہوں بات چیت سننے کے لئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ آواز اتنی ہی ہونی چاہیئے۔ جتنی کہ حاضرین کو پہنچانے کے لئے کافی ہو، لیکن سارے محلہ کو سارے شہر کو سنائیں۔ یہ جائز نہیں، کئی وجہ سے۔

باقی آئندہ

طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
(۱) نظام انہضام کی بہتری کیلئے ہفتہ میں دو روزے رکھیں
(۲) کھانا داہنے ہاتھ سے کھائیں۔
(۳) مریض کیساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھائیں۔
(۴) ٹیک لگا کر اور کھڑا ہو کر کھانے سے بدہضمی ہوتی ہے
(۵) کھانا ٹھنڈا کر کے کھاؤ۔ گرم کھانے سے معدہ ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے۔
(۶) لیموں شہد کیساتھ نہار منہ کھانا دل و دماغ کو قوت بخشتا ہے
(۷) گوشت کو چاقو اور چھری کی بجائے دانتوں سے کاٹ کر کھاؤ
(۸) کھانے کو ٹھنڈا کرنے کیلئے اس میں پھونک نہ مارو
(۹) اکیلے کھانا نہ کھاؤ۔
(۱۰) کھانے کے بعد خلال کیا کرو، ورنہ دانت کمزور ہو جاتے ہیں
(۱۱) مسواک باقاعدگی سے استعمال کیا کرو۔
(۱۲) دسترخوان پر گری ہوئی چیز اٹھا کر کھانے سے رزق میں فراخی ہوتی ہے اس سے انسان کو اور اس کی اولاد کو جذام برص اور جنون سے حفاظت ہوتی ہے۔
(۱۳) انجیر کھانے سے انسان مرض قولنج سے محفوظ رہتا ہے
(۱۴) رات کو کھانا نہ کھانے سے بڑھاپا جلد آجاتا ہے۔
(۱۵) زیتون کھایا کرو اور تیل زیتون کی مالش کیا کرو۔
(۱۶) لوکی یعنی کدو کھایا کرو، یہ دل و دماغ کو قوت بخشتا ہے
(۱۷) تبخیر معدہ کے لئے کھیرا کھایا کرو۔
(۱۸) دسترخوان کو سبزیوں سے زینت دیا کرو۔
شمسی کلاتھ اینڈ جنرل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۳- ادریس چیمبرز۔ تالپور روڈ۔ کراچی ۲
فون: ۲۴۱۱۹۴۳ - ۲۴۱۹۵۸۱
Pure
White and
Crystal-clear
Sugar
Bawany Sugar Mills Ltd.

حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل میمن مدنی مدظلہم العالی
(مقیم کینیڈا)

مناقبِ صحابہؓ

قسط ۴

فضائل صحابہؓ

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سہارا دیا، جس وقت ان کا ماننے والا دنیا میں کوئی نہ تھا۔ انہوں نے اس دین کے لئے ایسی ایسی قربانیاں دیں، جن کی نظیر ملنا مشکل ہے اس کے خاطر اپنے جان ومال، اعزہ واولاد اور عزت وآبرو کو بھی داؤ پر لگا دیا۔ اپنا سب کچھ لٹا کر انہوں نے اس دین کے پودے کی کاشت کی اور اس وقت اس کی آواز کو بلند کیا۔ جس وقت اس کی حمایت میں ایک کلمہ بھی منہ سے نکالنا موت کو دعوت دینا تھا۔ ان کا یہی ایثار اور قربانی اور پیغمبر اسلام اور اللہ کے دین سے والہانہ شیفتگی ہے۔ جس نے ان کو غیر معمولی عظمت اور فضیلت سے مالا مال کر دیا۔ اور وہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کی عقیدت ومحبت کا مرجع بن گئے۔ احادیث میں بھی صحابہ کرام کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

خیر القرون

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو انسانی تاریخ کا وہ عظیم اور مقدس دور حاصل ہوا۔ جس میں تمام انبیاء بلکہ تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس ارض خاکی پر مبعوث ہوئے۔ جن کے وجود نے اس زمین کو رشکِ ماہ وفلک بنا دیا۔ اور جن کے ذریعے اللہ عزوجل نے دین اسلام کی نعمت کو انسانوں پر مکمل فرما دیا۔

(۱۵) عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم

حضرت عمران بن حصین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں

ثم الذین یلونھم فلا ادری ذکر قرنین او ثلاثة ثم من بعدھم قوما یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یوفون ویظھر فیھم السمن (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی نسائی)

پھر وہ جو ان سے متصل ہیں پھر وہ جو ان سے متصل ہیں، (راوی کہتے ہیں) یہ ٹھیک یاد نہیں رہا کہ آپ نے دو زمانے ارشاد فرمائے یا تین اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہیاں دیں گے، حالانکہ ان سے گواہی نہ مانگی جائے گی اور خیانت کریں گے اور امین نہ سمجھے جائیں گے، اور منتیں مانیں گے اور پوری نہ کریں گے اور ان میں (مالی فراوانی اور دنیاوی عیش و عشرت کے سبب) موٹاپا عام ہو جائیگا۔

ف:۔۔۔۔۔۔ جس مدت میں ایک زمانے کے لوگ ختم ہو جائیں ۔ وہ قرن کہلاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے بھی قرن اس زمین میں آکر بسے یا بسیں گے ان میں سب سے بہتر قرن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا ہے جو آخری صحابی حضرت ابوالطفیل کی وفات پر ختم ہوا ۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اٹھانوے سال کی عمر عطا فرمائی تھی اس قرن صحابہ کے بعد سب سے افضل قرن حضرات تابعین رحمہم اللہ کا ہے ۔ پھر اس کے بعد تبع تابعین کا قرن افضل ہے ان تین قرنوں کے گذرنے کے بعد چوتھے قرن میں وہ روحانیت اور نورانیت نہیں رہی جو آفتاب نبوت کی وجہ سے پہلے تین قرون میں تھی ۔

حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ ،، میری امت کا بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں ، پھر ان لوگوں کا جو ان سے متصل ہیں ۔ پھر ان کا جو ان سے متصل ہیں ۔ پھر اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو موٹاپے کو پسند کریں گے اور قبل اس کے کہ ان سے کوئی گواہی مانگے ، خود گواہیاں دیتے پھریں گے ۔ (مسلم)

حضرت عمر رض یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ "میرے صحابہ کے معاملہ میں میری نسبت کا لحاظ رکھو ۔ پھر ان لوگوں میں جو ان سے متصل ہیں ۔ پھر ان لوگوں میں جو ان سے متصل ہیں ۔ پھر اس کے بعد جھوٹ عام ہو جائے گا ۔ یہاں تک کہ لوگ بغیر کہے گواہیاں دیا کریں گے ۔ اور بغیر مطالبہ کے قسمیں کھایا کریں گے (ابن ماجہ)

حضرت عمر رض ہی حضور کے اس ارشاد کے راوی ہیں کہ "میرے صحابہ کیساتھ اچھا رویہ رکھو ۔ پھر ان کے ساتھ جو ان سے متصل ہیں ۔ پھر ان کے ساتھ جو ان سے متصل ہیں (کنز العمال)

یک اور حدیث میں آتا ہے کہ "میرے صحابہ کا احترام کرو، پھر ان لوگوں کا جو ان سے متصل ہیں، پھر ان کا جو ان سے متصل ہیں۔ پھر جھوٹ عام ہو جائے گا یہاں تک کہ آدمی، قسم کے مطالبہ سے پہلے ہی قسم کھائے گا۔ اور گواہی مانگے جانے سے پہلے ہی گواہی دے گا۔ (مسند احمد ابن عساکر)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ "اے اللہ میرے صحابہ کی مغفرت فرما دے اور ان کی جنہوں نے انہیں دیکھا ہو۔ اور ان کی جنہوں نے ان کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہو۔ (ابو نعیم عن سہل بن سعد)

صحابہ کرام اللہ کے برگزیدہ اور پسندیدہ افراد

انبیاء کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا اور ان کی صحبت اٹھانا اور ان کیساتھ ملکر اللہ کے پسندیدہ دین کا بول بالا کرنا اور اس کے لئے قربانیاں دینا اتنی بڑی بڑی سعادتیں ہیں جو کسی بھی انسان کو خود سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

(١٦) عن عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا فجعل منھم وزراء واصھارا و انصارا فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ و الناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا ولا عدلا۔

(مستدرک حاکم، طبرانی)

حضرت عویم بن ساعدہ رض حضور اقدس کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا ہے اور میرے لئے میرے اصحاب کو چنے ہیں پھر ان ہی میں سے میرے وزیر، سسرالی رشتہ دار اور معاون چنے ہیں سو جو ان کو برا بھلا کہتا ہے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان کے فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

ف: ——— صرف یہی ایک حدیث نہیں۔ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی خدمت کے لئے بطور خاص خود چنا ہے۔

حضرت انس رض حضور پاک کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا ہے اور میرے لئے میرے ساتھی چنے ہیں۔ پھر ان میں سے میرے لئے میرے سسرالی رشتہ دار اور معاون چنے ہیں۔ سو جو ان کے سلسلے میں میری نسبت کی حفاظت کرے گا اللہ اس کی حفاظت کرے

گا، اور جو مجھے ان کے سلسلہ میں اذیت دے گا، اللہ اسے اذیت دے گا۔ (خطیب بغدادی)
اس سلسلے کی کچھ حدیثیں نمبر ۵، ۴ کے ذیل میں گذر چکی ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کا قول

صحابہ کرام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب اور برگزیدہ ہونے کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بہت مشہور اور عمدہ ہے اور چونکہ وہ محدثین کے عام قاعدہ کے مطابق ــــ "مالا یدرک بالقیاس" ہے اس لئے اغلب یہی ہے کہ اسے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سنا ہوگا اس لئے یہ معنوی اعتبار سے حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال ان اللہ نظر فی قلوب العباد منظر قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فبعثہ برسالۃ ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فاختار لصحبۃ بنیہ و نصرۃ دینہ۔
(ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو ان سب دلوں میں بہتر پایا۔ تو آپ کو اپنی رسالت سلئے مقرر فرما دیا۔ پھر اس کے بعد دوسرے لوگوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے دلوں کو دوسرے تمام بندوں کے دلوں سے بہتر پایا۔ تو ان کو اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کے لئے منتخب فرما لیا۔

صحابہ کی اقتداء کرو:۔

اسی سلسلے میں حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول بھی بہت مشہور ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال من کان متاسیا فلیتاس باصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہم ابر ھذہ الامۃ قلوبا و اعمقھا علما و اقلھا تکلفا و اقومھا ھدیا و

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے نقش قدم پر چلے۔ کیونکہ یہ حضرات ساری اُمت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک، اپنے علم کے

احسنها حالا قوم اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ و اقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوا آثارھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم ۔

اعتبار سے گہرے، تکلف و بناوٹ سے الگ تھلگ، عادات و اطوار کے اعتبار سے معتدل اور حالات و کردار کے اعتبار سے بہتر ہیں ۔ یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے منتخب فرمایا ہے ۔ تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے اقوال و افعال کی پیروی کرو ۔ کیونکہ یہی لوگ سیدھے راستے اور ہدایت پر ہیں ۔

حضرت ابن مسعودؓ کے مذکورہ قول سے جہاں حضرات صحابہ کرام کا خود اللہ کی طرف سے چنا ہوا معلوم ہوتا ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے کردار و گفتار میں انہی کی پیروی کرنی چاہئے کیونکہ اگر کسی بھی جماعت کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ بنایا جاسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف صحابہ کرام کی جماعت ہے ۔ کیونکہ صحبت نبوی کی برکت سے ان کے اقوال و افعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے " اسوہ حسنہ " ہی پرتو ہیں ۔

صحابہ کرام نجوم ہدایت :

صحابہ کرام صحبت نبوی کی برکت سے نمونہ ہدایت بن گئے تھے چنانچہ جس صحابی کی زندگی کو بھی اپنا رہنما بنایا جائے انسان ہدایت پاسکتا ہے

(١٧) عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم من السماء بعضھا اقوی من بعض و لکل نور فمن اخذ بشئی مما ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی الھدی و قال اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔

(رزین، جمع الفوائد)

حضرت عمرؓ حضور اقدسؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ میں پیدا ہونے والے اختلاف کے بارے میں اپنے رب سے پوچھا (کہ اس میں کیا مصلحت ہے) تو میری طرف وحی آئی کہ اے محمد تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں کہ ان میں سے ہر ایک میں روشنی ہے (بایں ہمہ) بعض کا نور بعض سے قوی ہے پس جس نے ان کے اختلافات میں سے جس بات کو لے لیا، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے
جس کی بھی تم اقتدا کروگے ہدایت پالوگے

ف :۔ ——— اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوگیا۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے ہر ہر صحابی "معیار حق" اور "راہ ہدایت کا رہبر" ہے امت میں سے جو شخص بھی ان میں سے جس شخص کی بھی اتباع کرے گا ۔ وہ ہدایت پر ہی رہے گا اور مرنے کے بعد ہدایت یافتگاں ہی میں اٹھے گا۔ نیز اس حدیث سے یہ بات بھی صاف ہوگئی۔ کہ مختلف معاملات میں مختلف صحابہ کا الگ الگ طرز عمل بلکہ بسا اوقات ایک ہی معاملہ ان نفوس قدسیہ کا باہمی اختلاف اور نزاع بھی ان میں سے ہر ایک کے "مشعل ہدایت" ہونے سے مانع نہیں ۔ کیونکہ مختلف معاملات میں مختلف انسانوں کا باہمی اختلاف انسانی فطرت اور اس کی خیر میں داخل ہے مگر اس باہمی اختلاف میں بھی مسلمانوں کا ایک دوسرے سے ویسا ہی رویہ رکھنا ، جیسا صحابہ کرام نے رکھا ۔ ہدایت اور کامیابی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بعض اوقات باہمی اختلاف کے باوجود ان میں سے ہر ہر صحابی کو ذریعہ ہدایت قرار دیا ہے اور ہر ایک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے ۔ اگر تم بھی اس راستے کو اختیار کروگے تو کامیاب ہو جاؤگے ۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کو برا نہ کہو ، خدا کی قسم اگر تم ان کے طریقہ پر چلوگے تو بہت ہی جلد منزل کو پالوگے اور اگر تم ان کے راستہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں مڑوگے تو بدترین گمراہی کا شکار ہو جاؤگے (ابن نجار ، عن ابی سعید)

خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کا حکم :۔

تمام صحابہ کو مشعل ہدایت ہی ہیں ان میں بھی حضرات خلفائے راشدین کو غیر معمولی فضیلت حاصل ہے۔

(۱۸) عن عرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان

حضرت عرباض بن ساریہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے جو شخص بھی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ تو تم لوگوں پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو ، اور ان کو دانتوں سے

كل بدعة ضلالة ۔
(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجه، مسند احمد)

مضبوط پکڑ لو اور نئے نئے اعمال سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے ۔

ف ؛ ـــــــ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں ۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کی طرح خلفائے راشدین کی سنت کو بھی واجب الاتباع اور فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے ۔ اسی طرح دوسری متعدد احادیث میں متعدد صحابہ کرام کے نام لے کر مسلمانوں کو ان کی اقتداء و اتباع اور ان سے ہدایت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے ۔ روایات سب کتب حدیث میں موجود ہیں ۔ (مقام صحابہ)

جیسا کہ اس کتاب میں بھی مختلف مقامات پر ان میں سے بعض روایات ذکر کردی گئی ہیں ۔

صحابہ و تابعین مغفور و جنتی ہیں :- آیات قرآنی کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ تمام صحابہ سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہیں، اور صحابہ بھی اللہ سے راضی اور خوش ہیں، ظاہر ہے ۔ جن سے اللہ راضی ہے انہیں وہ جہنم میں ہرگز نہ بھیجے گا ۔ احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تابعین کی بھی مغفرت فرمادی ہے ۔

(١٩) عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تمس النار مسلما رانی او رای من رانی قال طلحة قد رأیتُ جابر او قال موسى قد رأيتُ طلحة قال يحيىٰ وقال لی موسى وقد رأيتني ونحن نرجو الله ۔
(ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ "جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہیں چھوئے گی، جس نے مجھ کو دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا" حضرت طلحہ نے (جو کہ تابعی ہیں) یہ حدیث نقل کر کے فرمایا کہ میں نے حضرت جابر کو (جو کہ صحابی ہیں) دیکھا ہے اور موسیٰ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ طلحہ کو دیکھا اور یحییٰ (یہ بھی راوی حدیث ہیں) کہتے ہیں کہ مجھ سے موسیٰ نے (یہ حدیث سن کر) کہا کہ تم نے مجھ کو دیکھا ۔ لہٰذا ہم سب اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں (کہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں گے)

ف ؛ ـــــــ اس حدیث پاک سے حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے مغفور اور جنتی ہونے کی بشارت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ وہ لوگ جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں گے اور جہنم سے وہی محفوظ رہے گا، جس کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہوں اور وہ حسن خاتمہ سے نوازا گیا ہو ۔

نیز چونکہ یہ بشارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے اور آپ جو کچھ بھی کہتے ہیں وحی الٰہی کی بنیاد پر کہتے ہیں اس لئے درحقیقت یہ بشارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنائی گئی ہے

اس نجات اور مغفرت کی وجہ دراصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی ایمان کی حالت میں زیارت سے یقین اور احسان کی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی ۔ جو دوسرے لوگوں کو برسوں کے مجاہدہ سے بھی نصیب نہیں ہو سکتی ۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کی زیارت میں بھی زیارت نبویؐ کی برکت سے یہی تاثیر پیدا ہو گئی تھی ۔ گو پہلے سے کم ۔ اور تابعین کی زیارت اور صحبت میں بھی یہی اثر تھا ، اگرچہ صحابہ سے کم اور اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا ۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس کے لئے جہنم کے اوپر پُل صراط رکھا جائے گا ۔ چنانچہ میں اور میرے صحابہ اس پر سے گذر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے ۔ (فردوس دیلمی عن انس)

ان حدیثوں میں تو تمام صحابہ کی مغفرت اور ان کے جنت میں جانے کا بیان ہے ۔ اس کے علاوہ دیگر احادیث میں الگ الگ صحابہ کا نام لے کر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی بشارت سنائی ہے ذیل میں ان میں سے بعض احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا " تم دوزخ کی آگ سے نجات پا چکے ہو " (ترمذی) اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو " عتیق " بھی کہا جاتا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تم میرے حوض کوثر کے (بھی) ساتھی ہو ۔ جس طرح غار ثور کے ساتھی ہو ۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضؓ یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ " جنت میں ایک شخص ایسا بھی جائے گا کہ جنت میں کوئی مکان یا گھر ایسا نہ ہوگا ۔ جس کے باسی اسے خوش آمدید نہ کہیں اور اس سے یہ نہ کہیں کہ ہمارے ہاں آیئے ہمارے ہاں آیئے ۔ وہ شخص اے ابوبکر تم ہو ۔ (طبرانی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوالیسر روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ۔ اے عمر ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی خوش خبری سنائی ہے ۔ (کنز العمال)

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں

سونے کا ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا۔ یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا۔ یہ قریش کے ایک نوجوان کا ہے، میں سمجھا کہ وہ میں ہی ہوں۔ میں نے پوچھا۔ وہ نوجوان کون ہے؟ کہنے لگے، عمر بن خطاب (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی سے مخاطب ہوکر فرمایا) اگر میں تمہاری غیرت سے واقف نہ ہوتا تو ضرور اس محل کے اندر جاتا۔ (ترمذی، مسند احمد)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر ایک نبی کا جنت میں ایک ساتھی ہوتا ہے۔ اور میرے ساتھی وہاں عثمان بن عفان ہیں (ترمذی)

حضرت جابر رضی حدیث نقل کرتے ہیں کہ عثمان میرے دنیا کے دوست ہیں اور عثمان میرے آخرت کے دوست ہیں۔ (مسند ابویعلی)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "اے علی تمہارے لئے جنت میں بڑا خزانہ ہے اور بلاشبہ تم جنت میں دو اطراف والے ہو (مسند احمد)

حضرت ابن عمر رضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اے علی! تم میرے دنیا میں بھی بھائی ہو اور آخرت میں بھی بھائی ہوں گے۔ (ترمذی)

عشرۂ مبشرہ رضی

وہ دس بزرگ صحابہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ان کی زندگیوں ہی میں جنت کی علی الاعلان بشارت دی تھی عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعید بن زیدؓ نے سنا کہ بعض لوگ بعض امراء سلطنت کے سامنے حضرت علی رضی کو برا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ افسوس، میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا کہا جاتا ہے۔ تم اس پر نہ نکیر کرتے نہ اس سے روکتے ہو (اب سن لو) میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے (اور پھر حدیث بیان کرنے سے پہلے فرمایا کہ یہ بھی سمجھ لو کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کروں جو آپ نے نہ فرمائی ہو کہ قیامت کے روز جب میں حضورؐ سے ملوں تو آپ مجھ سے اس کا مواخذہ فرمادیں یہ کہنے کے بعد حدیث بیان کی کہ) ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں۔ علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں۔ زبیر جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنت میں ہیں۔ ابوعبیدہ بن جراح جنت میں ہیں ان نو حضرات کا نام لے کر حضرت سعید بن زید خاموش ہو گئے۔ اور دسویں نام نہیں لیا جب لوگوں نے پوچھا دسواں

کون ہے تو فرمایا، سعید بن زید۔

اس کے بعد حضرت سعید بن زید نے فرمایا "خدا کی قسم صحابہ کرام میں سے کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا، جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے غیر صحابہ میں سے کسی بھی شخص کی عمر بھر کی عبادت و عمل سے بہتر ہے۔ اگرچہ کہ اس کو عمر نوح دیدی جائے

(ابو داؤد، ترمذی)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد حضرت سعید بن زیدؓ نے یہ بھی فرمایا کہ بلاشبہ جب ان حضرات کی عمریں ختم ہو گئیں تو اللہ نے چاہا کہ ان کے اجر کا سلسلہ پھر بھی قیامت تک جاری رہے (سو یہ سب وشتم کا سلسلہ شروع ہوا) اور بڑا بدبخت ہے جو ان حضرات سے بغض رکھے اور بہت خوش نصیب ہے جو ان سے محبت رکھے (جامع الاصول)

بعض دیگر صحابہؓ کو جنّت کی بشارت

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس شخص کے بارے میں سنا ہے کہ وہ زمین پر چلتے پھرتے اور زندگی گذارتے ہوئے بھی اہل جنت میں سے ہے وہ عبداللہ بن سلام ہیں۔ (مسلم)

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ "جنّت تین شخصوں کے منتظر اور مشتاق ہے، علی، عمار، سلمان فارسی" (ترمذی عن انس)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "قیامت کے دن (جنت کی طرف) سبقت کرنے والے چار شخص ہیں عرب میں سبقت کرنے والا میں ہوں رومیوں میں صہیب، اہل فارس میں سلمان اور اہل حبشہ میں بلال ہیں" (حاکم عن انس)

حضرت بریدہ رضؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ "ایک مرتبہ صبح ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو بلا بھیجا (وہ آئے تو) ان سے پوچھا کہ بلال! کیا چیز ہے۔ جس وجہ سے تم مجھ سے پہلے جنّت میں موجود تھے میں جب کبھی بھی جنت میں جاتا ہوں تو اپنے آگے تمہارے قدموں کی چال سنتا ہوں چنانچہ رات میں جنت میں گیا تو وہاں (پھر) اپنے آگے تمہارے قدموں کی چال سنائی دی۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ میں نے کبھی اذان نہیں دی مگر یہ کہ اس سے پہلے دو رکعت نفل پڑھی ہوں اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرا وضو ٹوٹا ہو، اور میں نے فوراً وضو نہ کر لیا ہوں اور اس کے بعد دو رکعت نہ پڑھی ہوں میں نے ان دونوں باتوں کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انہی دو وجوہات کی بنا پر تمہارے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے (ترمذی)

حضرت بریدہ رضہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ساعدہ رضہ سے فرمایا " اگر (جب) اللہ تجھے جنت میں لے جائے گا۔ تو تجھے ایسا گھوڑا سواری کے لئے دیا جائے گا، جو سُرخ یاقوت کا ہوگا، تو اس پر سوار ہوکر جہاں چاہے گا جنت میں جاسکے گا (مسند احمد، ترمذی)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس انصار۔ کے بڑے اچھے مقرر تھے جب یہ آیت نازل ہوئی ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا	اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی
اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ	آواز سے بلند نہ کرو ۔

تو ثابتؓ نے اپنے آپ کو گھر میں قید کرلیا اور حضورؐ کی مجلس میں بھی جانا آنا بند کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا ثابت کو کیا ہوگیا ہے کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعد یہ سن کر حضرت ثابت کے پاس آئے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ذکر کیا۔ حضرت ثابت نے جواب دیا یہ آیت (یاایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی) نازل ہوئی اور تم جانتے ہو کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تم سب سے زیادہ بلند آواز میں بات کرتا تھا تو میں تو دوزخی ہوگیا۔ حضرت سعد نے یہ واقعہ حضورؐ سے آکر عرض کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " نہیں بلکہ وہ تو جنت والوں میں سے ہے " (مسلم)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " اے ثابت! کیا تم یہ پسند نہ کروگے کہ لائق ستائش زندگی گذارو۔ شہادت کی موت مرو اور جنت میں داخل ہو جاؤ ۔

(طبقات ابن سعد عن محمد بن ثابت بن قیس)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ " میں نے جنت میں ابوجہل کی طرف منسوب انگور کا ایک خوشہ دیکھا، جب عکرمہ اسلام لے آئے تو میں سمجھ گیا کہ مراد وہی ہیں "

(یعنی عکرمہ جنت میں ہوں گے مگر ظاہر ہے کہ وہ بیٹے ہیں ابوجہل کے ہیں اور بہرحال بیٹا منسوب تو باپ کی طرف ہی ہوتا ہے اس لئے جنت کا انگور بھی عکرمہ بن ابوجہل کے نام ہوگا ۔

ایک حدیث میں حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطحا میں ملاقات ہوئی تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور میں آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ہمارا گذر حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ کے پاس سے ہوا۔ اس وقت اہل مکہ ان کے اسلام قبول کرنے پر انہیں سخت اذیتیں دے رہے تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ اے آل یاسر! صبر سے کام لو، بلاشبہ تم لوگ جنت میں جاؤ گے ۔ (ابن عساکر)

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے فرمایا " اے آل یاسر اور اے آل عمار، تم

لوگ جنت کی بشارت لو ۔ بلاشبہ اللہ نے تم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے ۔

(مستدرک حاکم ، ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر ایک صحابی حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے تنہا ساری رات پہرے داری کی ، اور اس کے لئے بیشتر رات گھوڑے کی پیٹھ پر گذار دی ۔ صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت سنائی کہ تمہارے لئے جنت لازم ہوگئی ہے ۔ آج کے بعد اگر تم کوئی نیکی نہ بھی کرو تب بھی جنت ہی میں جاؤ گے (الاصابۃ عن سہل بن حنظلیہ)

ایک حدیث میں حصین بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اکثر پوچھا کرتے تھے کہ بتاؤ وہ کون شخص ہے جو جنت میں چلا گیا ۔ حالانکہ اس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی ، جب لوگ نہیں بتاتے تو آپ خود فرماتے کہ وہ شخص اصیرم بن اشہل ہیں ۔ حصین (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں لبید بن محمود سے پوچھا کہ حضرت اصیرم کا قصہ کیا ہے ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ " یہ اپنی قوم والوں کی طرح اسلام کے سخت دشمن تھے ، جب غزوۂ احد کا دن آیا ، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے نکلے تو اللہ تعالیٰ اس وقت ان پر اسلام کی حقانیت کھولدی چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لئے ۔ اس کے بعد وہ معرکہ جہاد کی طرف مڑے اور بڑی بہادری سے لڑے ، یہاں تک کہ شہید ہوگئے ، لوگوں نے حضور کو ان کے شہید ہونے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا ۔ بلاشبہ وہ اہل جنت میں سے ہے (ابن اسحٰق ، ابو نعیم)

ایک حدیث میں حضرت حارثہ بن نعمان انصاری کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین کے کہنے پر بشارت سنائی تھی کہ " تم اور تمہاری اولاد جنت میں جاؤ گے "

(طبرانی ، ابو نعیم ، عن ابن عباس رض)

ایک حدیث میں حضرت علی رض بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو حکم دیا ۔ کہ درخت پر چڑھو اور پھل توڑ کر لاؤ جب وہ درخت پر چڑھنے لگے اور لوگوں کی نظر ان کی پتلی پتلی پنڈلیوں پر پڑی تو ہنس پڑے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " ہنس کیوں رہے ہو ابن مسعود رض کی ایک ٹانگ بھی قیامت کے دن ترازو میں احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوگی "

(ابن خزیمہ ، طبرانی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے ۔ اللہ کے بندوں میں سے ایک اچھا بندہ اور جنت کا ایک آدمی "عویمر بن ساعدہ" ہے " (فردوس دیلمی عن جابر)

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ۔ قیامت کے دن میری شفاعت کے معاملہ میں سب سے زیادہ خوش نصیب عباس بن عبد المطلب ہوں گے (ابن عساکر عن عمر)

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ "ابوسفیان بن حارث اہل جنت میں نوجوانوں کے سردار ہوں گے
(ابن سعد، مستدرک، عن عروہ مرسلاً)

ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سفینہ کو جہنم سے نجات کی بشارت سنادو۔ (کنزالعمال عن سفینہ)

ایک حدیث میں حضرت ذرعہ ذایزن رض کے بارے میں ارشاد ہے کہ "تم قبیلہ حمیر میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہو۔ اور تم نے بہت سے مشرکین کو قتل کیا ہے۔ سو تم خیر کی بشارت لو اور خیر (یعنی اچھے انجام) کی امید رکھو۔ (طبقات ابن سعد عن شہاب بن عبداللہ خولانی)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے رافع بن خدیج سے جب کہ وہ زخمی حالت میں تھے فرمایا۔ اے رافع! میں تمہارے لئے قیامت کے دن گواہی دوں گا کہ تم اللہ کے راستے میں شہید ہوئے ہو"
(مسند احمد، طبرانی عن رافع بن خدیج)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رض کے فتح مکہ کے موقع پر واقعہ کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا کہ وہ منافق ہیں اور جہنم میں جائیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم جھوٹ بولتے ہو، حاطب ہرگز جہنم میں نہ جائے گا وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی عن جابر)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حمزہ تمام شہیدوں کے سردار ہوں گے۔"
(مستدرک حاکم عن جابر)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ "عمار بن یاسر رض کا خون اور گوشت جہنم کی آگ پر حرام ہے وہ نہ اسے کھائے گی اور نہ چھوئے گی۔ (ابن عساکر عن علی)

مذکورہ احادیث کے علاوہ اور بہت سی احادیث بھی ہیں، جن میں اہل بدر اور اہل حدیبیہ کے سلسلہ میں احادیث باب اول میں گذر چکی ہیں۔ اور کچھ دیگر حدیثیں حدیث نمبر ۱۴ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہیں۔

مسجدوں میں دُنیا کی بات نہ کی جائے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسجدوں میں لوگوں کی بات چیت اپنے دنیوی معاملات میں ہُوا کرے گی، تمہیں چاہئیے کہ ان لوگوں کے پاس بھی نہ بیٹھو، اللہ کو ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔"

(شعب الایمان للبیہقی)

مسجد چونکہ خانہ خُدا ہے اس لئے اس کے ادب کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس میں ایسی باتیں نہ کی جائیں جن کا اللہ کی رضا طلبی سے اور دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجالس

اصلاح قلب

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

سابقہ ہفتہ حضرت حارث محاسبی صاحبؒ کے ملفوظات سنائے تھے، انہیں کے ملفوظات آج بھی سنا رہا ہوں، اللہ نے ان حضرات کو باطنی امراض کا ڈاکٹر بنایا تھا۔ جو ان امراض کی رگ رگ سے واقف ہیں اور باطن کے روگ کا خوب علاج بتاتے ہیں۔

قلب کی اہمیت: ———— فرمایا! حدیث میں ہے: انسان کے بدن میں اللہ نے ایک گوشت کا ٹکڑا دل رکھا ہے۔ وہ ساری چیزوں کا مدار ہے، وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک ہے۔ وہ خراب ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ اس کو آج کے اطباء بھی مانتے ہیں کہ دل کمزور ہو تو سارے اعضاء صحیح ہونے کے باوجود کام نہیں کرتے، دل پر صحت کا مدار ہے اسی طرح باطن کی صحت کا مدار بھی دل پر ہے یہ صحیح ہو تو خلاف شرع کام سے بچ جاتا ہے

اور دل غلط ہو تو خلافِ شرع کام صادر ہوتے ہیں۔ دل ٹھیک ہو تو آنکھ کان ہاتھ پیر سب صحیح کام کرتے ہیں اور دل غلط ہو تو آنکھ زبان کان سب غلطی کرتے ہیں۔

قلب کی تندرستی اور بیماری

دل کی تندرستی کیا ہے؟ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ تعلق ہے، اللہ سے غفلت اس کی بیماری ہے جتنا تعلق مع اللہ بڑھے گا دل تندرست ہوگا اور سارے اعضاء ٹھیک کام کریں گے اور دل کا تعلق صحیح نہ ہو، اللہ سے غافل ہو تو سارے اعضاء غلط کام کریں گے۔ نماز سے گھبرائے گا ناچ رنگ کو اچھا سمجھے گا قرآن سے بھاگے گا فضول باتوں میں مزا آئے گا غرض دل کی صحت گناہوں سے بچاتی ہے مشین کا انجن دوسری طرف چلے تو پرزے دوسری طرف کیسے چلیں گے دل تو دنیا پرستی میں لگا ہے، خدا راضی ہو ناراض ہم تو کوٹھی بنائیں گے ہم کو تو فلاں عہدہ حاصل کرنا ہے رسول کی ناراضی کی کیا پرواہ ہے کسی سے خلاف شرع بات کرو، رشوت دو، جھوٹ بولو خدا اور رسول کی پرواہ نہیں ہوتی چونکہ دل کا رخ دوسری طرف ہے بس ان خواہشات کو پورا کرنے کی فکر ہے، دل کے ماتحت سارے اعضاء ہیں اس کی درستگی کس سے ہوتی ہے؟ یوں تو خدا اپنی شان سے کسی کو نواز دے یہ الگ بات ہے مگر کام تو عمل سے ہوتا ہے اور دل کی درستگی کا عمل کیا ہے ایک اللہ کی یاد اور کثرت سے ذکر اللہ دوسرے صحبتِ اہل اللہ۔

اہل اللہ کی صحبت

: ——— تو ذکر اللہ بھی کام نہیں دیتا جب تک صحبتِ اہل اللہ نہ ہو، سب سے زیادہ مؤثر چیز یہی ہے۔ ان کی صحبت سے ہی ذکر اللہ کی توفیق بھی ہو جاتی ہے جیسا باطن کا اثر ظاہر پر آتا ہے ایسے ہی ظاہر کا باطن پر آتا ہے مثلاً دل تو غافل ہے اللہ سے اور زبان سے روزانہ اللہ اللہ کر رہا ہے تو کسی نہ کسی وقت دل بھی قابو میں آجائے گا جس کا دل غافل ہو اہل اللہ اس کے لئے وظائف بتاتے ہیں دل پر تو جبر نہیں زبان کو لگام دو۔ پھر اس کا اثر دل پر بھی آئے گا ایک عالم درویش نے کہا گناہ تو بے گنے کرتے ہو اور تسبیح گن گن کر کرتے ہو بات تو درویشانہ ہے مگر بزرگوں کی صحبت کا اثر ہے کہ جواب میں کہا اللہ کا نام اتنی دفعہ لینا نفس کو پابند کرنے کے لئے ہے کہ اتنی بار تو نام لینا ہی پڑے گا، کیونکہ نفس بے قابو ہے ذرا دیر میں کہدیگا ہو گئے بارہ ہزار اتنی دیر ہو گئی اس لئے اس کے کید سے بچنے اور مطالبہ پورا کرانے کے لئے گنتی رکھی ہے

اصلاحِ قلب کیلئے وقت نکالنے کا طریقہ

: ——— کہنے کی بات یہ ہے کہ قلب کی

دوستی ذکر اللہ اور صحبتِ اہل اللہ سے ہوتی ہے آج کہاں سے لاؤ یہ چیزیں، سارا دن فرصت نہیں ٹائم ہی نہیں ملتا جواب دیا ٹائم اس لئے نہیں کہ اللہ نے تندرستی دے رکھی ہے ابھی ذرا کان میں درد ہو جائے سارا ٹائم نکل آئے گا۔ وقت تو نکالنے سے نکلتا ہے بعض لوگ انتظار میں رہتے ہیں فرصت کی، جب فرصت ہو گی تب ذکر اللہ کریں گے تم تو فرصت کا انتظار کر رہے ہو اور فرصت تمہارا انتظار کر رہی ہے عمر بھر تم کو فرصت نہیں ملے گی یہ تو نکالنے سے نکلے گی گھر کی ضرورت کے لئے مقدمہ کے لئے دوا کیلئے نکالتے ہو۔ صحبت اہل اللہ کے لئے کیوں نہیں نکالتے جس مالک نے سب کچھ دیا ہے نفس کی خاطر تو چوبیس گھنٹے میں سے کتنے نکالتے ہو۔ اللہ کے شکر کے لئے کتنا وقت نکالتے ہو۔ وقت نکلتا نہیں ہے نکالا جاتا ہے نفس سے مطالبہ کرو کہ آرام اور کھانے کمانے اور بچوں میں کتنا وقت لگاتا ہے اور ذکر کے لئے کتنا مقرر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دن میں دو تہائی اور رات میں دو تہائی اللہ کی یاد کے لئے نکالا ہے تم چوتھائی آٹھواں کچھ تو نکالو آٹھواں حصہ جو بہت کم ہے وہ تین گھنٹہ ہے اس میں بھی بہت کچھ کر سکتے ہو۔ اب یہ سمجھ لو کہ ادنیٰ درجہ آٹھواں حصہ یعنی تین گھنٹہ ہے جسمیں نفس کی بیوی کی کاروبار کی کوئی شمولیت نہ ہو اب اس میں اگر سب نمازیں بھی شامل کر لو تو بہت خشوع سے دو گھنٹہ ہوتے ہیں یعنی نمازوں کے علاوہ ایک گھنٹہ نکالو اس لئے کہ علاج کرنا ہے دل کا۔ ہمارا دل بیمار ہے۔ اب اس میں کیا کرو، سب سے اچھا یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے رابطہ پیدا کرو، اپنی باگ اس کے ہاتھ میں دیدو جب تک ڈاکٹر کی رائے سے علاج نہ کراؤ گے صحت کاملہ نہ ملے گی۔

دین کا ضروری علم حاصل کریں

:—— اور جب تک ڈاکٹر نہ ملے پہلے دین کے مسائل معلوم کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز کے لئے کیا حکم فرمایا کس سے اللہ راضی ہوتے ہیں کس سے ناراض جب تک راستہ معلوم نہ ہو تو چلو گے کہاں ایک زمانہ تھا کہ مسلمان گھرانوں میں دین ہوتا تھا کچھ ماں کو آتا ہے کچھ باپ کو آتا ہے سارے فرائض و واجبات بچہ ماں کی گود سے لیکر آتا تھا آج آٹھویں جماعت تک جو دینیات اسکول میں ہے وہ مسلمان بچہ کو تین سال کی عمر میں سیکھنا چاہیئے اب گھر میں تو خدا اور رسول کا ذکر نہ ہو۔ اسکول میں بیگانوں کی طرح سبق پڑھایا جائے۔ اس میں سے تیسرا حصہ یاد کر لو، پاس ہو جاؤ عمل کی ضرورت نہیں آج جاہل پیروں نے گیارہویں اور حلوا کھچڑا بس اس کا نام دین رکھ لیا ہے دین سیکھنے کا اصل راستہ یہ تھا کہ گھر میں سب دیندار ہوتے اب ماں کی گود باپ کی آغوش دونوں تو دین سے خالی ہیں بچہ کہاں سے دین سیکھے اسکول میں ٹیچر کو قرآن تو پڑھنا آتا نہیں۔ وہ کیا بچہ کو پڑھائے گا اور

پڑھائے تو اثر کیا ہوگا غرض دین سیکھنے کا اور کوئی ذریعہ تو ہے نہیں ایک گھنٹہ روزانہ نکالو، علم دین سیکھو ہم میں کوئی ایسا نہیں جو کہہ سکے ہم کو علم دین پورا آتا ہے۔ آج کسی عالم مفتی کو بھی یہ دعویٰ نہیں ہوسکتا کہ ہم کو دین آتا ہے صرف نماز روزہ ہی دین نہیں معاملات اخلاق عادات معاشرت سب دین ہیں یہ سب سیکھنے کی چیزیں ہیں ایک مرتبہ میں درسِ قرآن دے رہا تھا کچھ لوگ تسبیح پڑھ رہے تھے وہ صرف ثواب کی خاطر مجلس میں بیٹھتے تھے ان کو کیا سمجھ میں آئے گا کیا سیکھے گا سیکھنے کی نیت سے جاؤ پیسہ اور وقت لگاؤ کسی کو استاد بناؤ تم اس کو ضروری کیوں نہیں سمجھتے پھر دین آئے گا کیسے ایک گریجویٹ نے مسئلہ پوچھا میں نے بتایا بولے سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے کہا گفتگو نہ سمجھے یا دلیل نہ سمجھے بولے مطلب سمجھ لیا دلیل سمجھ میں نہیں آتی میں نے کہا تم دلیل سمجھ بھی نہیں سکتے گھر میں تمہارے علم نہیں کالج میں تمہارے علم نہیں دین کے راستہ سب بند ہیں آئے کہاں سے آپ مجھے اقلیدس کی بیسویں شکل سمجھاؤ میں اس سے آگے پیچھے کچھ نہیں پڑھا انیسویں شکل بھی نہیں جانتا بولے جب تک ایک سے انیس تک نہ سمجھوگے بیسویں سمجھ میں آنا خلافِ عقل ہے میں نے کہا بس یہی جواب ہے دین سمجھنے کے لئے درمیان سے کیوں کود کر دلیل مانگتے ہو علم حاصل کرو، پھر آجائے گا اب کوئی شخص بی اے کی کتاب پڑھنا چاہے اور پرائمری تک سے واقف نہیں وہ کیسے سمجھے گا۔ غرض اللہ سے رابطہ قائم کرنا علم دین حاصل کرنے سے ہوگا ہزاروں نفل سے زیادہ ایک دین کا مسئلہ حاصل کرنا ہے کروڑوں روپیہ اللہ کی راہ میں صرف کرنے کا وہ درجہ نہیں جو دین کے ایک مسئلہ کو بتانے کی قیمت ہے جب ہی تو علم دین جس کو اللہ نے دیا ہے اس نے اپنا وقت زیادہ اس کے پھیلانے میں لگایا ہے غرض سب سے پہلی بات ایک گھنٹہ روزانہ نکالو علم بھی آئے گا عمل بھی آئے گا مگر کسی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدو جب تک استاد نہ ہوگا صرف کتابوں سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکوگے اور ذکر اللہ میں سب سے بڑا ذکر تلاوتِ قرآن ہے مگر شروع شروع میں ہر شخص سے تلاوت نہیں ہوتی اس لئے صوفیاء کرام اذکار بتاتے ہیں تاکہ تلاوت کے لئے میدان صاف ہوجائے۔

اعمال کی درستی قلب کے تابع: ——— اعمال کی درستی قلب کے تابع ہے اور قلب کا تعلق اللہ کے ساتھ ہوجائے یہ ہے قلب کی صحت، اس کا راستہ سب سے پہلے علم حاصل کرنا پھر ایسے کاموں سے بچنا جن سے اللہ اور رسول ناراض ہوں اور اس کا آسانی سے حاصل ہونا یہ ہے کہ کسی بزرگ کو تلاش کرلو، محنت کرو، ایسا آدمی مل جائے گا دنیا اللہ والوں سے خالی نہیں ہے تم اپنے جسمانی مرض کے لئے کیسے اچھے سے اچھا طبیب تلاش

کرتے ہو ۔اور اللہ والے سے عمل سیکھنے کے دوران ہی تم کو ذکر کی توفیق ہو جائے گی ۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جس ذکر سے تمہارے قلب کو راحت ملے وہی ذکر پہلے اختیار کرلو ۔ اس کو دل قبول جلد کرے گا، ہر وقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ایک کلمہ زبان پر جاری رکھو یہ کرکے دیکھو انقلاب آجائے گا دل میں، مگر ہم تو کرتے ہی نہیں کوئی چیز کتنی پاس یا دور ہو چلنا ہر شکل میں پڑتا ہے جب قدم ہی نہ اٹھاؤ گے کیسے ملے گی ۔

اصلاح قلب ضروری ہے

: ـــــــ آج کا حاصل یہ ہے کہ قلب کی اصلاح ضروری ہے آخرت کی نجات دنیا کی عافیت چاہتے ہو تو قلب کی اصلاح کرو ۔قلب باطنی چیز ہے اس کا قابو میں آنا آسان نہیں اس کا علاج بعض اوقات دوسرے طریقہ سے کرتے ہیں جیسے انجکشن کر دوسرے راستہ سے دوا داخل کرتے ہیں اسی طرح قلب کو ٹھیک کرنے کے لئے پہلے جوارح کا عمل صحیح کرو ۔ ہاتھ پاؤں آنکھ کان زبان کو ذکر اللہ میں لگاؤ ۔ یہ علاج دیرپا نہیں جیسے انجکشن مگر فوری رخ بیماری کا اس سے پھر جاتا ہے ۔فرائض کے بعد نوافل میں مساجد میں تلاوت میں عادت سے زیادہ وقت لگاؤ بہت سے لوگ عبادات میں زیادہ وقت لگاتے ہیں مگر علم دین زیادہ نہیں ہوتا ان کو چاہیئے پہلے علم دین حاصل کریں غرض دل کے امراض کا علاج علم دین، ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ ہے ۔

نفس کے حیلے بہانے

: ـــــــ آج ہمارا نفس کہتا ہے اللہ والے کہاں ہیں وہ مولوی الگ یہ عالم الگ سب میں کیڑے ہیں ہم نے سب مولویوں کو دیکھ لیا سب دوکاندار ہیں یہ نتیجہ محض نفس کا دھوکہ ہے ۔جب یہی بات ہے تو بتاؤ کون سا ڈاکٹر مخلص ہے کونسا وکیل مخلص ہے سب پیسہ کھینچنے والے ہیں کون تمہارا اصل خیر خواہ ہے ہزاروں لاکھوں میں ایک ایسا ہو گا جو خیر خواہی کرے گا ۔جب خود غرضی اتنی ہے تمہارا نفس یہ کبھی کہتا ہے کہ سارے ڈاکٹر مطلب کے ہیں اب علاج ہی چھوڑ دو ۔ جو ہمارا جی چاہے گا کھائیں گے پئیں گے جب سارے وکیل مطلبی ہیں تو چھوڑو، ان وکیلوں کو ہم خود اپنا مقدمہ لڑیں گے دودھ خالص نہیں ملتا چھوڑو دودھ کو پانی پینا شروع کرو ۔ آٹا خالص نہیں چھوڑو مٹی کی روٹی پکاؤ ۔نہیں دنیا کے معاملہ میں چاہے ایک کے دو خرچ کردیں جہاں چیز اچھی ملے لائیں گے جو ڈاکٹر اچھا ہو ! اس کے پاس جائیں گے ۔وہاں شیطان یہ نہیں بتاتا کہ سارے ڈاکٹر چھوڑو ۔ دین کے لئے بتاتا ہے سارے مولوی چھوڑو ۔ اس لئے کہ سارے مولوی چھڑا کر شیطان خود اس کا مولوی بننا چاہتا ہے

اللہ والے اس دنیا میں آج بھی ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ ایسے لوگ ضرور ملیں گے دودھ کا وکیل کا وعدہ نہیں اللہ کا وعدہ صادقین کی صحبت کا بہت جگہ ہے اور یہ وعدہ قیامت تک کے لئے ہے سچے لوگ اگر قیامت تک ملنے والے نہ ہوتے تو اللہ کا یہ وعدہ نہ ہوتا گھی اور آٹا اور دودھ خالص ملنے کا وعدہ اللہ نے نہیں کیا، ہاں اللہ والوں کے لئے ضرور وعدہ ہے۔ ایک دھوکہ شیطان کا یہ ہے کہ جب ہم کبھی کسی عالم کی تلاش میں نکلتے ہیں تو معیار ذہن میں ہوتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اور جنیدؒ کا جو اس کے خلاف ہو اس کو متقی ہی نہیں سمجھتے یہ نہیں خیال کرتے کہ تم خود کہاں پڑے ہو ان کے زمانہ کے آدمی بھی ایسے ہی تھے جیسے بزرگ، اور جیسی روح ویسے فرشتے آج جیسے تم عیوب سے بھرپور ہو ان میں سے ہی کچھ بہتر مل سکتے ہیں۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ نہیں آئیں گے جنید و شبلیؒ نہیں آئیں گے امام غزالیؒ نہیں آئیں گے۔ آج کوئی یہ کہے کہ بیمار ہوں مگر علاج کراؤں گا اجمل خان سے تو پھر وہ مر جائے گا شفا نہ ہوگی۔ ہاں یہ دیکھ لو کہ انکا شاگرد ہو ان کے شاگرد کا شاگرد ہو ان کے اصولوں پر علاج کرنیوالا ہو۔ بس اس کو پکڑ لو۔

اہل اللہ کی علامت :

———— جو شخص شریعت پر مضبوطی سے چل رہا ہے چاہے عمل میں کوتاہیاں ہو، چاہے عملوں میں کمزوری ہو۔ بس بڑی بات یہ دیکھو کہ دنیا کی فکر غالب نہیں ہے وہ دنیا میں کھویا ہوا نہیں ہے آخرت کی فکر غالب ہے۔ حالات یہ ہوں کہ اکثر گناہوں سے بچنے کی فکر ہو یہ نہیں کہ گناہوں سے بالکل پاک ہو۔ ہاں بچنے کی فکر ہو، اللہ کی یاد غالب ہو، بس وہ تم کو پہنچا دے گا اللہ کے راستہ پر۔ دوسرے یہ کہ اس کی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کی یاد آئے۔ علمِ دین بقدرِ ضرورت پڑھا ہوا ہو۔ حلال حرام سے بچنے کی فکر میں لگا ہو، اس کے ساتھ رہنے سے دنیا کی یاد کم آئے دین کی فکر زیادہ ہو، خدا یاد آئے، دنیا سے انہماک کم ہو وہ سونا ہے وہ موتی ہے اگر اس میں کوئی عیب بھی ہے اس کی طرف نظر نہ کرو۔ وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں جب میں اپنے استاد کے پاس جاتا تو راستہ میں دعا کرتا اے اللہ میرے استاد کا کوئی عیب مجھ پر ظاہر نہ ہو یہ نہیں کہ عیب نہ ہو بلکہ عیب ظاہر ہوا تو وہ تو توبہ کر کے پاک ہو جائے گا میرے دل میں جو نقص پڑ جائے گا وہ ٹھیک نہ ہوگا۔ غرض آج کے شیخ کی خصوصیات یہی ہیں کہ آخرت کی فکر غالب ہو۔ اس کے ساتھ اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہو۔ علمِ دین بقدرِ ضرورت جانتا ہو بس اس کو پکڑ لو۔ اگر اس تلاش میں رہے کہ جنید آئیں گے تو وہ تو قیامت تک آئیں گے نہیں نہ تو یہ کرو کہ جو لمبے کرتے بڑی ڈاڑھی ہاتھ میں تسبیح والا دیکھا بس اس کے ہاتھ چومے بلکہ اوپر کی باتیں بنیادی ہیں وہ ضرور سمجھ لو اور پرکھ لو پھر آنکھ بند کر کے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدو۔ غرض قلب کی صحت اللہ کا ذکر۔ اہل اللہ کی صحبت اور علمِ دین بقدرِ ضرورت حاصل کرنے میں ہے۔

مولانا سعید احمد سیالکوٹی صاحب
مدرس مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ

استحکام پاکستان

پُرمغز عبارت

جو پُرفریب ترکیب بن گئی

"استحکام پاکستان" یہ ایک جاذب نظر و فکر ترکیب ہے جس کے وسیع تر مفہوم میں مملکت خداداد پاکستان کی داخلی اور خارجی حفاظت و امن کی کفالت ہے۔ اس پُرمغز عبارت کے ناجائز استعمال سے یہ ایک پُرفریب ترکیب بن گئی۔ کیونکہ وطنِ عزیز میں ارباب حکم کی طرف سے قوتِ اقتدار ہمیشہ پاکستانی عوام کی خدمت و خوش حالی اور وطن کے داخلی اور خارجی استحکام کے بجائے حکمران فرد یا حکمران پارٹی کے طول اقتدار اور ذاتی اغراض و مصالح کی تکمیل و حصول کے استعمال ہوتی رہی ہے۔ "استحکام پاکستان" درحقیقت ایک عظیم مقصد ہے جو ہر محب وطن پاکستانی ہی کی نہیں بلکہ اُمّتِ اسلامیہ کے ہر فرد کی پاکستانی ہو یا غیر پاکستانی تمنا و آرزو ہے۔

"استحکام پاکستان" کی درست تشریح اور اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟ استحکام سے مراد تو داخلی امن، اخوت و محبت، وحدتِ قومیت کا ایسا تصور جو علاقائی اور لسانی تعصبات سے پاک ہو اور خارجی طور پر وطن کی سرحدوں کا محفوظ و مامون ہونا ہے اور اس مقصد کے حصول کا راستہ بالکل واضح اور مختصر ہے اور وہ اس نظریہ کا عملی نفاذ ہے جس کے لئے پاکستان معرضِ وجود میں آیا تحریک پاکستان میں شریک زعماء کے ورد زبان یہی کلمہ تھا۔

پاکستان کا مطلب کیا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یہ عظیم کلمہ، بندوں اور اُن کے رب کے درمیان ایک عہد ہے جس کا تقاضا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت اسلامیہ کا مکمل نفاذ ہو یہ اہل پاکستان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا اقرار ہے اور ان کا قومی فریضہ ہے۔ جس کی رُو سے اُن کے ملک میں کسی اجنبی نظام حیات کی ہرگز ہرگز درآمد کرنے کی اجازت نہیں۔ نہ اس کی گنجائش ہے کیونکہ ان کے پاس ان کے رب کا بنایا ہوا کامل و مکمل نظام حیات جو بشری نقائص سے پاک و صاف ہے موجود ہے۔ بلکہ قومی طور پر اُن کا فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نظام کے باغی کو پاکستان کا باغی قرار دیں اور اجنبی نظام کو درآمد کرنے والے کو ملک و قوم دشمن قرار دیں جو ان کے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا اور بنیادوں کو ہلانا چاہتا ہے ان کی قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے۔

کیونکہ شریعت مطہرہ کا مکمل نفاذ ہی بانیانِ پاکستان اور مجاہدین آزادی کا اصل ہدف اور ان کے جہاد اور تحریک کی روح تھا۔

اسی اعلیٰ اور متحد مقصد کی خاطر بنگالی، سندھی، بلوچی، سرحدی، پنجابی یک جان ہوئے اور ہمارے عقیدہ و ایمان کے لاکھوں بھائیوں نے ہجرت کا عظیم عمل سرانجام دیتے ہوئے مال و جان کی قربانی دی سب کے دلوں کی دھڑکن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھی۔ اور یہ مہاجرین و انصار ایک ایسے وطن میں ایک قوم بن کر بس گئے جسے وہ اسلام کا قلعہ اور عالمگیر عدلِ اسلامی کا مظہر دیکھنا چاہتے تھے۔

تقسیم ہندوستان سے کچھ اور پیچھے چل کر دیکھیں تو انگریزی حکومت کے خلاف جہاد آزادی حاصل کرنے والے مسلم مجاہدین کا مقصود بھی اسی برصغیر کے خطہ میں ایک ایسی سرزمین کا حصول تھا۔ جو ہر غیر اسلامی تسلط سے پاک ہو۔ اس ارضِ پاک میں خدا رسول کی پاک شریعت کا نفاذ ہو۔

الحمد للہ، قیام پاکستان کی تحریک اور انگریزی اور ہندو تسلط سے آزادی حاصل کرنے والے مجاہدین کی کوشش بارآور ہوئیں اور برصغیر میں ارض پاک مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آگئی، خدائے ذوالجلال نے مختلف افراد اور جماعتوں کو اس خطہ پاک میں زمام اقتدار دیکر اس امانت کو ان کے سپرد کیا۔ اور یہ اُن سب کے لئے خدائی آزمائش تھی کہ وہ اس میں کیسے تصرف کرتے ہیں؟

ہر صاحب اقتدار خدا کے نام پر حلف اٹھا کر اس ملک کے استحکام کے وعدہ پر قسم اُٹھاتا ہے۔ اور اقتدار سنبھالتا رہا ہے۔ ان ارباب حکم کے ہاتھوں شریعت خداوندی کا

نفاذ ہو جاتا تو نہ خدا تعالیٰ کیساتھ بد عہدی ہوتی نہ مجاہدین آزادی سے بے وفائی نہ قومی وحدت کو دھچکا لگتا اور نہ ہی مشرقی پاکستان کے انفصال کا عظیم المیہ پیش آتا نہ صوبائی تعصبات اور لسانی فسادات جنم لیتے ۔

متحدہ ہندوستان کے وقت آخر اسی نظریہ نے ہی سب کو اخوت کے رشتہ میں جوڑا تھا ؟ ہماری قومی وحدت اور ہمارے وطن کے استحکام کا ضامن اور عظیم پاکستان کی روح و جان یہی نظریہ تو تھا اور ہے ۔

اس سے انحراف اور ارباب حکم کی خدا رسول کیساتھ عہد شکنی کے نتیجہ میں ہم صرف برکاتِ سماویہ و ارضیہ سے محروم نہ ہوئے بلکہ اپنی قومیت اور شناخت اور خود اپنے آپ کو بھول گئے ۔

ارشاد ربانی ہے " تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو خدا کو فراموش کر بیٹھے اور جس کی سزا ان کو خود فراموشی کی صورت میں ملی ______ جس کا لازمی نتیجہ داخلی خلفشار اور دیگر وہ حالات ہیں آج جن کا سامنا ہم کر رہے ہیں ۔

ہمارے ارباب حکم محض اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے " استحکام پاکستان " کا لفظ استعمال کرتے ہیں جس سے مراد صرف اُن کی ذات یا اُن کی حکمران جماعت کا تحفظ ہوتا ہے اس کے لئے وہ مختلف قوانین بھی وضع کرتے ہیں اور ملکی تحفظ کی آڑ میں اپنی کرسی اور مفادات کا تحفظ کرتے رہتے ہیں ۔ ان کی کوشش، صرف اپنی خدمت اور چند افراد کیساتھ تعاون تک منحصر ہو جاتی رہی ہے ۔ ارباب حکم کے سامنے خدا تعالیٰ کی شریعت سے انحراف ہوا ۔ اجنبی نظریات کا پرچار ہوا ۔ بلکہ بعض تو خود اسکی دعوت کے علمبردار بھی بن گئے ملک میں اندرونی خلفشار ہوا ۔ بیرونی طور پر اس کی حدود کو غیر محفوظ و مامون رکھا گیا اور خود حکمران بھی اس عمل شر میں شریک پائے گئے ۔

اگر شریعت مطہرہ کا نفاذ ہوتا ، اسلامی عالمگیر عدالت کے تحت ملک کی سیاست و اقتصاد کو طے کیا جاتا ۔ اندرون ملک قانونِ خداوندی اور حدود اللہ کی حفاظت کی جاتی تو پاکستان ایک مثالی رفاہی مملکت بنتی نہ معاشی پریشانی نہ داخلی خلفشار دیکھا جاتا ۔ کیونکہ اسی کلمہ مبارکہ لاالہ الااللہ نے انہیں متحد کیا تھا اور مشرق و مغرب ایک جھنڈے تلے جمع ہوئے تھے ۔ یہی کلمہ ان کے داخلی و خارجی اقتصادی اور سیاسی تحفظ کا یقیناً ضامن تھا اور آج بھی ہے ۔ اہل وطن اور ارباب حکم آج بھی خدا تعالیٰ سے تائب ہو کر معافی مانگ کر تجدید عہد کر سکتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ کے اس عطا کردہ خطہ زمین پر صرف اور صرف اسی کی قائم کردہ

شریعت کا مکمل نفاذ اس کو صحیح معنوں میں پاکستان (پاک سرزمین) بنا سکتا ہے،

انشاء اللہ اقامت شریعت کے سبب ہی ہم آسمانی اور زمینی برکات سے مستفید ہو سکتے ہیں ارشاد ربانی ہے۔ "اگر یہ لوگ خدا کی نازل شدہ شریعت کو قائم کرتے تو آسمان و زمین کی نعمتوں سے مالا مال ہوتے" ——— اگر کوئی خدائی وعدہ پر یقین نہ کرے تو اس کے اطمینان کیلئے ہم سعودی عرب کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں جہاں کا امن مشرق و مغرب میں مثالی ہے اور جس کی رفاہیت کی نظیر کسی ملک میں نہیں ہے۔ ذرا ماضی کو پلٹ کر دیکھیں۔ تو موجودہ حکومت سے پہلے جزیرہ عرب میں بدامنی کا دور دورہ تھا غربت و افلاس کا یہ عالم کہ چند ٹکوں کی خاطر حجاج و زائرین کی جان تک ضائع کر دی جاتی تھی۔ بلکہ بقول شخصے۔

اگر کسی کو گولی کا نشانہ بنانے کے بعد اس سے مال نہ ملتا تو افسوس اس بات پر ہوتا کہ ایک گولی کا خسارہ ہو گیا ——— مگر اللہ کی حدود کے قیام اور شریعت مطہرہ کے نفاذ کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیئے اور اقتصادی خوش حالی اور داخلی امن و امان کا یہ عالم کہ دنیا کی تمام متمدن اور ترقی یافتہ قومیں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ قانونِ خداوندی ہی اللہ کی سرزمین میں امن و امان کا واحد ضامن ہے۔ کیونکہ سعودی عرب میں مغرب و مشرق کی دیگر قوموں کے مقابلہ میں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے جس کا مشاہدہ ہر زائر اور حاجی کرتا ہے اور یہاں پر قیام کرنے کے بعد یہ تمنا کرتا ہے اور اپنے ارباب حکم سے یہ پوچھتا ہے کہ کیوں ہمارے پاک وطن کو استعماری نظامِ حیات کی نحوستوں سے نجات نہیں دی جاتی؟ ———

کیوں! اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنا کر ہمیں برکاتِ ارض و سماء سے مستفیض نہیں ہونے دیا جا رہا؟ پاکستان کے محب اسلام عوام اور ان کے پیارے دین کے نفاذ کے درمیان جو لوگ آڑے ہیں وہ صرف خدا رسول کے ہی نہیں بلکہ پاک سرزمین اور اس کے مخلص عوام کے بھی دشمن ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ یہ قوم ایک بنے، یہ قوم خوشحال ہو۔ یہ قوم خدا رسول کی محبوب بن کر اس کے خزانوں کی وارث بنے اور ان کے ملک میں داخلی استحکام ہو اور اقتصادی رفاہیت ان کو میسر آئے۔

"استحکام پاکستان" کا ایک پہلو تو یہ تھا کہ داخلی امن اور اقتصادی خوشحالی کی ضمانت اور کفالت صرف اور صرف نظریۂ پاکستان کے عملی نفاذ میں پنہاں ہے۔ اب خارجی طور پر ملک کی سرحدوں کی حفاظت اور اطراف کے اعداء سے ملک کو مامون و محفوظ کرنے کا مسئلہ ہے۔ جو استحکام وطن کا لازمی جزء ہے، اس سلسلہ میں یہ بات ہمارے ایمان کا حصہ

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کی عظمت جہاد کو قرار دیا ہے اس جذبہ کے نفوذ کے لئے اعدا اسلام نے بہت کوششیں کیں ۔ جھوٹے نبی تک کو جنم دیا کہ امت کو شیطانی وحی کے ذریعہ یہ درس بھلادیں اس دجل کا توڑ الحمد للہ اہل اسلام نے پورے طور پر کیا اور ادھر حق تعالیٰ شانہ نے اس دور میں جہاد افغانستان کی شکل میں امت اسلامیہ کو عموماً اور پاکستانی قوم کو خصوصاً اسی درس کی عملی مشق کا موقع فراہم کیا تاکہ اعدا اسلام پر اپنی عظمت کی دھاک بٹھانے کے ساتھ ساتھ پاک سرزمین کے استحکام خارجی کا عمل مکمل کیا جاسکے ۔ لہٰذا ایک سرحد پر اپنے افغان بھائیوں کے جہاد میں اشتراک اور ان کی مکمل کامیابی تک ہمارا تعاون اس جہت سے وطن عزیز کے خارجی استحکام کے مترادف ہے ۔ جو فرد یا جماعت اس فریضہ میں کوتاہی کرتا ہے وہ اگر ایک طرف ایک اہم دینی فریضہ کی تارک یا منکر ہے تو دوسری طرف پاکستان کے استحکام کی بہی خواہ نہیں ملک کے خارجی استحکام کا تعلق ایک سمت تو جہاد افغانستان سے ہے تو دوسری طرف مسئلہ کشمیر سے ۔

ہمارے عقیدہ وایمان کے کشمیری بھائی جو عرصہ دراز سے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں جنہوں نے اپنی حریت کی تحریک کا آغاز اس جذبہ کے تحت کیا ہے کہ بقائے زندگی قربانی کا دوسرا نام ہے ۔ اپنے ان بھائیوں کیساتھ عملی تعاون حتی کہ وہ اپنے فطری انسانی حق حریت کو پالیں ، اہل پاکستان کا ان حریت پسندوں سے تعاون اور ان کے جہاد میں شرکت استحکام پاکستان کی ہی ایک کڑی ثابت ہوگا ۔ انشاء اللہ ، العزیز ۔

اندرون ملک شریعت مطہرہ کا نفاذ اور بیرون ملک اپنے مظلوم اور مجاہد بھائیوں سے تعاون امت اسلامیہ کی وہ خدمت ہے جس کے ثمرات سے پوری امت اسلامیہ کا سر اگر فخر سے بلند ہوگا تو سب سے پہلے " استحکام پاکستان " جیسے مقدس الفاظ ، پر مغز عبارت اور وسیع تر مفہوم کی حامل ترکیب کی درست شرح کی تکمیل بھی ہوگی ۔ خوش قسمت ہے وہ حکمران شخصیت یا حکمران جماعت ، یا ارباب سیاست جن کے ذریعہ نظریہ پاکستان کی حفاظت عملی ہو اور بہت ہی مبارک ہیں وہ ہاتھ جن کے ذریعہ شریعت مطہرہ کا مکمل نفاذ ہو ۔

تاکہ خدائے ذوالجلال سے کیا ہوا عہد پورا ہو اور وہ ذات عالی اس کے بدلہ میں اپنے وعدہ کو پورا فرماتے ہوئے ہمارے لئے رحمتوں کے دروازے کھول دے اور ہمارے مجاہدین آزادی اور تحریک پاکستان میں شریک زعماء کی ارواح مطمئن ہوں اور قربانی دینے والوں اور وطن کے بہی خواہوں کی آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا ہو ۔ اور وہ امن وامان رفاہیت اور وحدت ملی کا مشاہدہ کرلیں ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم (اگر تم اللہ کے دین کا ساتھ دوگے تو وہ ذات عالی تمہاری نصرت کرے گی اور تمہارے قدم جمادے گی) اور اگر تم انحراف کروگے تو تمہارے عوض ایسی قوم لے آئیگی جو تمہاری طرح نہ ہوگی ۔

محمد معصوم قندھاری
متعلم دارالعلوم کراچی ۱۴

مجاہد ملت مولانا نصر اللہ منصور کا تاریخی فیصلہ

سرخ سامراج کے روسی درندوں نے جب افغان سرزمین پر یلغار کی اور مسلمانان افغانستان کو جبر و تشدد اور بربریت کا نشانہ بنایا تو اس وقت علمائے افغانستان نے جہاد اور ہجرت کا اعلان کر دیا ان دہریوں کے ناپاک عزائم کے راستہ میں علماء کی یہ جماعت سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی چنانچہ علماء و مشائخ کی گرفتاریاں شروع ہوگئیں۔ علماء کی عظیم تحریک "خدام الفرقان" کے موسس اور بانی شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم مجددی عرف ضیاء المشائخ اور تحریک کے امیر اوّل جناب مولانا محمد اسمٰعیل مجددی نیز ان حضرات سے تعلق رکھنے والے ہزاروں علماء کو اطراف واکناف سے گرفتار کیا گیا اس کے بعد دیگر علماء نے مقدس جہاد کو آگے بڑھایا اور اس مرحلہ تک پہنچا دیا کہ روسی درندے سرپٹ کر واپس لوٹے جان و مال اور عزت و آبرو کی بیش بہا قربانیوں سے وہ گھڑی دکھائی دینے لگی کہ عنقریب ارض افغانستان پر اسلامی انقلاب کا پھریرا لہرائے ذیل میں معزز قارئین کے حضور میں ایک عظیم تاریخی فیصلہ کی رپورٹ پیش خدمت ہے جو کہ ۴ اگست ۸۸ء کو مجاہد ملت مولانا منصور صاحب کی مساعی جمیلہ سے عمل میں آیا، جریدہ ندای حق ارگان نشراتی حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کی اطلاع کے مطابق صوبہ پکتیا علاقہ وزرمت کے رہنے والے ایک گروہ نے صوبہ ننگرہار کے گیارہ تاجر افراد (جو پکتیا زرمت کے راستے سے پاکستان آنا چاہتے تھے) کو قتل کر کے ان تاجروں سے چودہ ملیون افغانی رقم لوٹ لی۔ یہ علاقہ چونکہ حرکت انقلاب اسلامی منصور گروپ کے مجاہدین کے تصرف میں تھا اسلئے "حرکت" کے مجاہدین نے اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے اور مقدس جہاد کا احترام کرتے ہوئے ڈاکوؤں کا تعاقب کیا اور ان میں سے آٹھ افراد کو دس ملیون رقم کے ساتھ گرفتار کر لیا جبکہ چار افراد باقیماندہ رقم لے کر فرار ہو گئے ان گرفتار شدگان نے اس مکروہ جرم کا اعتراف بھی کر لیا۔ چونکہ حرکت

اسلامی افغانستان کے امیر مولانا نصر اللہ منصور صاحب ان دنوں بیرون ملک گئے ہوئے تھے مجاہدین نے اس واقعہ کی اطلاع ان کو دوران سفر کر دی ۔

مولانا منصور صاحب اطلاع ملتے ہی فوراً پشاور پہنچے اور علماء و طلباء کی ایک جماعت کو لے کر صوبہ پکتیا علاقہ زرمت کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچنے کے بعد صوبہ غزنی اور زرمت کے علماء کی ایک مجلس مشاورت طلب کی گئی جس میں شریعت محمدی کے مطابق قصاص کا فیصلہ صادر کیا گیا اور یہ کہ ان ڈاکوؤں کو قصاص کے لئے مقتولین کے ورثاء کے حوالے کر دیا جائے اور قصاص کے اس فیصلے کے بموجب ان مجرمین کو بتاریخ ۹ ستمبر ۸۹ء موت کی گھاٹ اتار اگیا رقم بھی ورثہ کے حوالہ کی گئی بقیہ چار افراد کی تلاش جاری ہے جب بھی ان کی گرفتاری عمل میں آئے گی ان کو بھی اس مجرمانہ اور سفاکانہ حرکت پر کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا اس فیصلے سے بحمد اللہ اس علاقہ زرمت میں ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری کی بربریت کا ازالہ ہو گیا اور امید ہے کہ اس کے بعد کسی کو ہمت نہیں ہوگی کہ ایسی مجرمانہ حرکت کا ارتکاب کرے تعجب کی بات ہے کہ یہ ڈاکو اپنے آپ کو مجاہدین ظاہر کر رہے تھے لیکن علمائے حق کے اس عظیم تاریخی فیصلے نے واضح کر دیا کہ سرزمین افغانستان پر کچھ ایسے بدنام زمانہ افراد بھی ہیں جو ایک طرف قتل و غارت اور غنڈہ گردی کا بازار گرم کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے آپ کو مجاہدین ظاہر کر کے جہاد مقدس کو داغدار کرنا چاہتے ہیں لیکن خوابوں میں رہنے والے یہ ذہنی اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی ظلمت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ عظیم شرعی محاکمہ جو مجاہد ملت مولانا نصر اللہ منصور صاحب امیر حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے ارشاد سے عمل میں آیا ۔ افغان جہاد میں تاریخی حیثیت کا حامل فیصلہ ہے اور علماء افغانستان کی حقانیت ان کی جرأت و جسارت اور شجاعت کا آئینہ دار ہے

آئین جوانمردان حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

علماء ربانیین کا مقصد وحید یہی ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کا نظام مکمل طور پر نافذ ہو ، اللہ العالمین مجاہدین افغانستان کی غیبی مدد و نصرت فرمائے اور سرزمین افغانستان جس کو کفر کی یلغار سے بچانے کے لئے جان و مال کی ناقابل فراموش قربانیاں دی جا چکی ہے ان قربانیوں کے صلے میں اللہ تعالیٰ اس سرزمین کو اسلام کا گہوارہ بنا دے ۔ آمین ثم آمین .

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں کا آنا ضروری ہے ۔

تبصرہ کتب میں، زیر تبصرہ کتاب کے اجمالی اور مجموعی جائزے کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، ادارہ کا کتاب کے ہر ہر جز سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے

نام کتاب : ـــــــ **فضائل صبر و شکر** ، قیمت : درج نہیں

ناشر : ـــــــ ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ۔ ملتان ۔ پاکستان

سائز ـــــــ $\frac{٣٦ \times ٢٣}{١٦}$

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات، جو اصلاح اعمال و اخلاق میں اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں اور جن میں حکمت و معرفت کا سمندر موجزن رہتا ہے ۔ بحمد اللہ برصغیر کے چپے چپے میں پہنچے ہوئے ہیں اور کتنے ہی کتب خانے اور اشاعتی ادارے ایسے ہیں جو انہی کتابوں سے معمور ہیں ۔

ملتان کے ادارہ تالیفات اشرفیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے ان مواعظ و ملفوظات کی عمدہ عکس طباعت کا بیڑا اٹھایا ہے " فضائل صبر و شکر " اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اس جلد نہم میں بارہ مواعظ کو مذکورہ بالا عنوان سے جمع کیا گیا ہے ۔ ہر وعظ کے شروع میں وعظ کا مقام، اس کا دورانیہ اور قلمبند کرنے والے کا نام بھی لکھ دیا گیا ہے ۔

اس سے پہلے کے مجموعے بھی ادارہ تالیفات نے نفیس طباعت سے آراستہ کر کے شائع کئے ہیں اور پیش نظر مجموعہ جو اس سلسلہ کی جلد نہم ہے اس میں بھی سفید کاغذ اور عکسی طباعت

کا عمدہ معیار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جو بلاشبہ قابل تحسین ہے، حسین طباعت اور مضمون کی مناسب ترقیم سے قاری کیلئے اس سے استفادہ بھی نسبتاً زیادہ سہل ہو گیا ہے۔

امید ہے کہ ادارہ تالیفات اس راستہ میں اپنی کوشش تیز تر کر دے گا۔ تاکہ تمام مواعظ اسی طرح کے ذوق جمیل سے آراستہ مجموعہ جات کی شکل میں منظر عام پر آ سکیں، ہماری نظر میں حق و معرفت کا طالب، علم و دانائی کے ان خزائن سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ (ع، س)

نام کتاب: علم حدیث اور پاکستان میں اسکی خدمت

مصنف: محترم جناب محمد سعد صدیقی ریسرچ آفیسر

ناشر: شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری باغ جناح لاہور۔

صفحات: ۴۵۰ - قیمت -/۱۰۰ روپے

یہ کتاب اہم مفید اور معلوماتی ہونے کے ساتھ اپنے موضوع پر ایک منفرد اور تحقیقی کتاب ہے اور اردو کے علمی ذخیرہ میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ اگرچہ اس کے نام سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ یہ محض پاکستان میں علم حدیث کی خدمت اور اس کی تاریخ سے متعلق ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ کتاب علم حدیث سے متعلق متعدد اہم مباحث پر بھی مشتمل ہے، اگرچہ اس کا اصل موضوع پاکستان میں علم حدیث کی خدمات ہیں جن سے باب پنجم میں ضمناً اور باب ششم میں اصلاً بحث کی گئی ہے اور کتاب کا ایک معتد بہ حصہ اپنے اصل موضوع ہی سے متعلق ہے پوری کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

باب اوّل: حدیث کے لغوی و اصطلاحی مفہوم اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے۔

باب دوم: حجیت حدیث سے متعلق ہے۔

باب سوم: علم حدیث کی اصطلاحات سے متعلق علمی مباحث پر مشتمل ہے۔

باب چہارم: تاریخ تدوین حدیث سے متعلق ہے۔

باب پنجم: اس باب میں برصغیر میں علم حدیث کی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اس جائزہ میں حصہ پاکستان میں ہونے والی خدمات کا تفصیل کیساتھ اور برصغیر کے دوسرے حصوں میں ہونے والی خدمات کا اختصار کیساتھ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

باب پنجم کو متعدد ادوار پر تقسیم کیا گیا ہے، چھٹا دور جس کو دور ولی اللہی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اس کے شروع میں فاضل مؤلف نے ایک مفید علمی چارٹ تیار کر کے شامل کتاب کیا ہے۔ جس کو "شجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء" سے موسوم کیا ہے اس میں حضرت

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ سے لیکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلۂ حدیث کے رجال نقشہ مربوط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

باب ششم میں پاکستان میں علم حدیث کی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، اس باب میں پاکستان کے معروف محدثین اور علم حدیث کی خدمت کرنے والوں کی مختصر سوانح بھی تحریر کی گئی ہے۔ سوانح تحریر کرتے ہوئے درج ذیل عنوانات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مکمل نام ــــــــ	تاریخ و مقام پیدائش ــــــــ
ابتدائی تعلیم ــــــــ	اعلیٰ تعلیم ــــــــ
ممتاز اساتذہ ــــــــ	تدریسی زندگی ــــــــ
ممتاز تلامذہ ــــــــ	مختلف علوم میں تصانیف ــــــــ
علم حدیث میں تصانیف ــــــــ	تاریخ و مقام وفات ــــــــ

اہم تصانیف پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے، ان کے اسلوب کو بھی بیان کیا گیا ہے لیکن تبصرہ لکھتے وقت یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ کتاب سو صفحات سے زائد پر مشتمل ہو اور عربی یا اردو میں ہو۔ فارسی اور انگریزی کتب کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔

فاضل مؤلف کا انداز بیان صاف اور شستہ ہے، حوالوں کا اہتمام کیا گیا ہے کتاب کو کافی حد تک جدید تحقیق کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں رجال کے متعلق ایک مفید اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔ ماخذ و مصادر بھی بیان کئے گئے ہیں۔

کتاب میں چند مقامات پر بعض خامیاں بھی ہیں مثلاً بعض اہم شخصیتوں کا ذکر چھوٹ گیا ہے اسی طرح متعدد اہم کتابوں کا ذکر نہیں آیا، یا ان پر تبصرہ نہیں کیا گیا۔ باوجودیکہ وہ کتابیں عربی یا اردو میں سو صفحات سے زائد پر مشتمل تھیں۔ بلکہ بعض متعدد جلدوں میں تھیں، خاص طور سے باب پنجم اور ششم اپنے موضوع کے لحاظ سے بڑی وسعت رکھتے ہیں۔ تحقیق سے اس میں متعدد اضافہ کیا جاسکتا ہے لیکن فاضل مؤلف پر اس سلسلہ میں کوئی الزام عائد نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ انہوں نے اپنے "حرف آغاز" میں لکھدیا ہے۔

"اس کتاب کے تحقیق کے اعلیٰ ترین معیار پر ہونے کا دعویٰ ہے اور نہ اس کے حرف آخر ہونے کا، یہ ایک طالبعلمانہ کاوش ہے اور قارئین اس کاوش کو اسی نقطۂ نظر سے ملاحظہ فرمائیں اور علمی خامی دیکھیں تو بلا تکلف مطلع فرمادیں کہ یہ علمی دیانت کا تقاضہ ہے۔"

زیر تبصرہ کتاب حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی، مولانا سید متین ہاشمی وغیرہ متعدد اہم شخصیتوں کی تقاریظ سے آراستہ ہے۔ کتابت و طباعت متوسط اور کاغذ و جلد عمدہ ہے۔ (ر۔ ا۔ س)